بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیغمبر اکرمؐ کے عاشق جوان

مہدی رحمانی۔ کمال الدین غراب

مترجم: سید مجاہد حسین عالی نقوی

تصحیح: ڈاکٹر حیدر رضا ضابط

رحمانی، مہدی، ۱۳۵۶۔ [یاران جوان پیامبر صلی اللہ علیہ وآلہ]
[اردو] پیغمبر اکرمؐ کے عاشق جوان / مہدی رحمانی، کمال الدین غراب
مترجم سید مجاہد حسین عالی نقوی   تصحیح حیدر رضا ضابط
مشہد: بنیاد پژوہشہای اسلامی، ۱۳۹۳. ۲۰۸ ص
فیپا   ISMB;978-964-971-918-4
ا. صحابہ ۔ سرگذشت نامہ . الف. غراب، کمال الدین ۱۳۳۵۔
ب. نقوی، سید مجاہد حسین، مترجم. ج. ضابط، حیدر رضا، ۱۹۵۸. م. مصحح.
د. بنیاد پژوہشہای اسلامی . عنوان
۲۰۴۶۱۳۹۳ ی ۳ ر ۲۸/۶ BP ۲۹۷/۹۴ کتابخانہ ملی جمہوری سلامی ایران ۳۷۱۴۵۳۷

پیغمبر اکرمؐ کے عاشق جوان

مہدی رحمانی، کمال الدین غراب

مترجم: سید مجاہد حسین عالی نقوی

تصحیح : دکتر حیدر رضا ضابط

طبع اول ۲۰۱۵م / ۱۳۹۴ش . تعداد ۱۰۰۰ قیمت ۳۰۰۰۰ ریال
طباعت وجلد سازی: مؤسسہ وچاپ وانتشارات آستان قدس رضوی
info @ islamic-if.ir   www.islamic-rf.ir

حق چھاپ محفوظ ہے

فہرست

آغاز کلام	۷
جوان صحابہ	۱۱
ابان بن سعید	۱۱
ابو رافع	۱۴
ابو سعید	۱۸
ارقم بن ابی الارقم	۲۰
اسامہ بن زید	۲۳
انس بن مالک	۲۹
براء بن عازب	۳۳
براء بن مالک	۳۵
بریدہ بن حصیب اسلمی	۳۹

جابر بن عبداللہ انصاری ۴۴
جعفر بن ابیطالب (جعفر طیار) ۴۶
حارثہ بن سراقہ ۵۲
حذیفہ بن یمان ۵۴
خالد بن سعید بن عاص ۵۸
دحیہ بن خلیفہ کلبی ۶۱
سلمہ بن اکوع ۶۵
زید بن ارقم ۶۹
زید بن ثابت انصاری ۷۳
سالم مولی ابوحذیفہ ۷۷
سعد بن ابی وقاص ۷۹
سعید بن زید ۸۵
سہل بن حنیف ۸۹
شمّاس بن عثمان ۹۱
شیبۃ بن عثمان ۹۳
صہیب بن سنان ۹۶

طلحہ بن براء	۱۰۱
طلیب بن عمیر	۱۰۵
عبداللہ بن انیس	۱۰۷
عبداللہ بن سہیل	۱۱۳
عبداللہ بن عباس	۱۱۵
عبداللہ بن عبداللہ بن اُبی	۱۱۹
عبداللہ بن مسعود	۱۲۳
عتّاب بن اُسید	۱۲۷
عثمان بن ابی العاص	۱۳۱
عمرو بن امیہ ضمری	۱۳۵
عمرو بن حزم	۱۴۱
عیّاش بن ابی ربیعہ	۱۴۳
مصعب بن عمیر	۱۴۷
معاذ بن جبل	۱۵۷
مہاجر بن قنفذ	۱۶۱
واثلہ بن اسقع	۱۶۳

خواتین صحابیات ۱۶۹
اسماء بنت یزید ۱۶۹
ام حبیبہ ۱۷۳
ام سلیم ۱۷۷
ام عطیہ ۱۸۲
امیہ بنت قیس ۱۸۵
خالدہ بنت اسود ۱۸۹
درّہ بنت ابی لہب ۱۹۱
ربیع بنت معوّذ ۱۹۵
زینب بنت خزیمہ ۱۹۷
ماخذ ۱۹۹

آغاز کلام

الحمد لله رب العالمین

تاریخ اسلام کا مطالعہ تو ایسے جوانوں کا سراغ ملتا ہے جنہوں نے اوائل اسلام میں جہالت کا وہ ماحول دیکھا جس میں بے ہودہ رسوم و قیود، نازیبا حرکات اور جذبہ حسد و انتقام عام تھا اور روشنی کی کوئی کرن نہ تھی جو تاریکی میں اُمید کی وجہ بن سکتی کہ وہ سچ اور حق کے پرچم دار بن کر اصلاح ذات و سماج کر سکتے ایسے تیرو تار ماحول میں کلام الٰہی نے اُن پر یہ فرماتے ہوئے احسان کیا کہ:

﴿وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اعدَآءَ فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَةِ اِخْوَانًا وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِنْهَا﴾(۱)

جو اللہ تعالیٰ نے تم پر نعمتیں بھیجی اُن کا ذکر کرو کہ ایک دوسرے کے دشمن تھے، اُس نے تمہارے دلوں کو ایک دوسرے کے نزدیک کر دیا اور ایک دوسرے کے بھائی

۱۔ آل عمران (۳) آیت نمبر ۱۰۳

بن گئے ۔تم آتش کے دہانے پر تھے کہ اُس نے تمہیں آزادی دی۔

بے شک وہ، تاریخ کے خوش نصیب ترین جوان تھے کہ رحمت الٰہی کی روشنی نے اُن کے دلوں کو نورانی کیا اور بلندترین پیغمبر کو اُن کے لیے مبعوث کیا اور انسان ساز کتاب اُن کی طرف نازل کی۔

تاریخ گواہ ہے کہ آغاز بعثت میں اسلام کے گرویدہ افراد میں جوانوں کی تعداد زیادہ تھی۔یہی وجہ ہے دین اسلام کا نام'' آئینِ جوانان ''ہوگیا۔قریش سب سے زیادہ اس بات پر معترض تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے سادہ لوح جوانوں کو بے راہ روی پر لگا یا دیا ہے مگر جوان طبقہ جدید نظریات قبول کرنے پر مائل تھا تا کہ اپنے اور معاشرے کے لئے ایک نیا طرز زندگی اپنا ئیں۔

یہ کتاب انہی پچاس نیک اندیش جوانوں کے بارے میں کچھ گوشے پیش کرتی ہے کہ جنھوں نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت اور ہمراہی کا افتخار حاصل کیا ۔ اُن میں بیالیس جوان مرد اور آٹھ خواتین ہیں ، جو حرف تہجی کے حساب سے ترتیب و تنظیم کیے گئے ہیں۔

تاریخی مطالب اُن کے بارے میں بہت کم اور گاہے اُن کی دستیابی بہت دُشوار طریقے سے ہوئی ہے۔ اُٹھائے گئے نکات وسیع نصیحت کے گراں سنگ ہیں کہ مطالعہ کرنے والوں کی رغبت کو دوگنا کرے گا کیونکہ اُن کی زندگی بہترین جلووں

کے ساتھ ہے، جیسے ایمان، عشق ، پاکدامنی، جانثاری اور ذمہ داری کی قبولیت وغیرہ۔

اگر چہ کتب تاریخی میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عاشق جوانوں کا تذکرہ اہم ترین حوادث وواقعات کے حوالے سے کیا گیا ہے ، دوسرا اہم پہلو یہ کہ تفصیل سے اُن کا ذکر بہت کم ملتا ہے۔ بہر حال کتاب کی تدوین میں اِس اَمر کا خاص لحاظ رکھا گیا ہے کہ وہی اُمر درج کئے جائیں جو تاریخی گزارشوں سے حاصل کیے گئے ہیں، اُن کو ضرورت کے مطابق آسان، سادہ زبان اور بہترین انداز میں پیش کیا ہے۔ اُن عاشق جوانوں کے بارے میں ہمارا طریقہ یہ ہے کہ ۱۷ سال سے ۲۵ سال کا سن انتخاب کیا گیا ہے جو آستان نبوی پر خود حاضر ہوتے تھے یا صراحت سے مستقیماً یا غیر مستقیم، تاریخی کتب میں اُن کے جوان ہونے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

جوان خواتین جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیغام کی دلدادہ تھیں، اُن کے سن کے بارے میں تاریخ سے کوئی دلیل حاصل نہ ہوسکی۔

آخری قابل ذکر نکتہ یہ ہے کہ اہل بیتؑ کے بزرگ بھی آغاز تبلیغ پیغمبرؐ میں جوان تھے مگر چونکہ اُن کی سیرت وکردار سے متعلق تذکرے بہ آسانی دستیاب ہیں لہذا ہم نے ان کو شامل کتاب نہیں کیا۔

نکتہ بین اور پڑھنے والے اس کتاب سے فائدہ حاصل کریں گے، اور مؤلف کی لغزشوں کو یاد کرنے کے ساتھ اپنی راہنمائی سے دریغ نہیں کریں گے۔ بے شک ابھی ابتدائے راہ ہے اور تحقیقات کو باثمر بنانے کی خاطر و تلاش موضوعی ، تقاضوں کے تحت بہت زیادہ اور بہت وسیع مطالعات ہونا چاہئے ۔ آخر میں برادرارجمند آغائے مہدی شریفی کا کہ جنہوں نے تحقیق و تدوین کے حوالے سے اس کتاب میں ہماری مدد کی ہے، شکریہ ادا کرتے ہیں

مؤلفان

مہدی رحمانی۔ کمال الدین غراب

جوان صحابہ

ابان بن سعید

آپ کا نام ابان بن سعید بن عاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف ہے۔ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے ۔ ابتداء میں اسلام کے بہت خلاف تھے اور مسلمانوں سے الجھتے تھے۔ جنگ بدر میں اُن کے دو بھائی بنام عاص وعبید، امیر المؤمنین علی علیہ السلام اور زبیر کی تلوار سے مارے گئے۔ ابان کے ایک بھائی خالد پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے۔

ابان بن سعید مکہ مکرمہ کے مال دار تاجروں میں شامل تھے۔ وہ تجارتی سفروں میں جزیرۃ العرب سے متعلق علوم و ثقافت سے آشنا ہو چکے تھے ۔اُن کے اسلام لانے کی داستان اِس طرح سے بیان کی گئی ہے۔

ابان کی شام کے سفر میں ایک راہب سے ملاقات ہوئی اور انھوں نے اُس سے کہا: مکہ کی سرزمین پر ایک مرد نے دعویٰ کیا ہے کہ وہ موسیٰ اور عیسیٰ کی مانند پیغمبر

الٰہی ہے۔آپ کا کیا خیال ہے؟ راہب نے اُن کا نام پوچھا؟ تو ابان نے کہا: اُن کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے۔راہب نے اپنے علم کے مطابق اُن کی خصوصیات کو بیان کیا۔ ابان اس پر حیران اور ششدر رہ گیا اور پوچھا : کیا آپ نے اُن کو دیکھا ہے؟ وہ اُسی طرح سے ہیں ، جیسے آپ نے اُن کی تعریف وتوصیف کی ہے۔

راہب نے کہا''خدا کی قسم! اُن کو دیکھا نہیں لیکن وہ پیغمبرؐ ہیں۔ وہ پہلے تمام عرب پھر تمام دنیا پر، فتح حاصل کریں گے۔جب مکہ واپس پلٹو،تو میرا اُن کو سلام پہنچا دینا''

جب ابان بن سعید مکہ پلٹ آیا تو اُس نے اپنے اندر تبدیلی پیدا کی،پیغمبرؐ اور آپؐ کے چاہنے والوں میں تبدیل کر دیا۔اُس نے اپنے عزیز و اقارب کو جمع کیا اور راہب کی گفتگو اُن کے سامنے بیان کر دی اور خود اندرونی طور پر اسلام قبول کر لیا اور مکہ مکرمہ میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخفی عاشقوں میں شامل ہو گیا۔

اسی بنا پر جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت عثمان بن عفان کو مکہ بھیج کر ابوسفیان کو پیغام دینے کو کہا کہ پیغمبر اسلامؐ کا سفر جنگ کے ارادے سے نہیں۔

تو ابان بن سعید جو اسلام کا حامی تھا، نے عثمان کو پناہ دی اور پیغام پہنچانے میں مدد دی ۔ ابان بن سعید، صلح حدیبیہ کے بعد خدمت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مشرف ہوا اور اپنے اسلام کا واضح طور پر اعلان کر دیا۔

اُس کے بعد اُن کو بہت سی تبلیغی اور جنگی خدمات کے لئے مقرر کیا گیا، از جملہ سریہ (اطراف مدینہ) اور پھر نجد بھیجا۔

ابان بن سعید صدق دل سے مسلمان ہوئے تھے اسی لئے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے نو ہجری میں بحرین کا حاکم بنا دیا اور وہ رحلت پیغمبرؐ تک اسی منصب پر قائم رہے ۔ کچھ عرصے تک وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطوط لکھنے والوں میں بھی شامل تھے۔

جب حضرت ابوبکر کو خلافت ملی تو ابان بن سعید مدینہ پلٹ آئے، اور خلیفہ کے کہنے پر بھی وہ دوبارہ بحرین نہیں گئے اور کہنے لگے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے سوا کسی کے کہنے پر کوئی عہدہ و مقام قبول نہیں کروں گا۔

ابان بن سعید اُن اصحاب میں شامل تھے کہ جنھوں نے خلیفہ کی بیعت میں تأمل کیا تھا۔

۱۴، ہجری میں اسلام کا لشکر، دمشق کے نزدیک رومیوں سے برسر پیکار ہوا اور

آپ نے وہیں پر درجہ رفیع شہادت حاصل کیا ۔ یہ جگہ **مرُجُ الصُغّر** کہلاتی ہے۔

کہتے ہیں کہ جب آپ کو اس جنگ میں تیر لگا اور زمین پر گرے تو زندگی کے آخری لمحات میں کہا:

اشهد ان لا اله الا الله و اشهد انّ محمداً رسول الله ، هذا ما وعد الرّحمٰن وَ صدقَ المُرْسلون(۱)

☆☆☆

ابورافع

ابراہیم ابورافع پہلے عباس بن عبدالمطلب کے غلام تھے۔ حضرت عباس نے اُسے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بخش دیا تھا اور وہ حضورؐ ہی کے ہمراہ رہتا تھا۔

ایک دن ابورافع رسول اللہ کی خدمت میں مشرف ہوا اور عرض کیا:

اے پیغمبرؐ خدا! آپؐ کے چچا عباس نے اسلام اختیار کر لیا ہے لیکن ظاہر نہیں کرتے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت خوش ہوئے اور اسی خوشی میں آپ

۱۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں یہ وعدہ الٰہی ہے اور رسولوں نے سچ کہا ہے۔ اُسد الغابہ، ج ۱، ص ۴۶؛ الاصابہ، ج ۱، ص ۱۳؛ الاستیعاب، ج ۱، ص ۶۲؛ بحار الانوار، ج ۲۲، ص ۲۴۸؛ تحفۃ الاحباب، ص ۲؛ پیغمبر و یاران، ج ۱، ص ۵

نے ابورافع کو آزاد کردیا۔

ابورافع کے اسلام لانے کے بارے میں کہا گیا ہے: ابھی مسلمان مسجد الاقصی کی جانب نماز ادا کرتے تھے، ابورافع نے مدینہ کی جانب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہجرت نہیں کی تھی، جنگ بدر کے دوران آپ مکہ میں تھے۔

اُنہوں نے خود کہا ہے کہ ہم نے مکہ و مدینہ کے حوادث کو دیکھا ہے۔ایک دن ابولہب اور دوسرے لوگ ابوسفیان کے پاس بیٹھے ہوئے گفتگو کررہے تھے :

سپاہ محمدؐ میں سفید پوش و بلند و بالا قد والے مرد موجود تھے، ایسے سوار تھے کہ جن کے گھوڑے پرواز کررہے تھے اور کسی میں بھی اُن کے مقابل، تابِ مقاومت نہ تھی۔

ابورافع نے کہا: میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فتح یابی کے لئے دعا کرنے لگا، میں نے پردے کو اُٹھایا اور بے ساختہ بلند آواز سے کہا کہ وہ خدا کے فرشتے تھے، ابوالہب اُٹھا اور اس نے زور سے تھپڑ میرے چہرے پر رسید کیا اور میں نے بھی اپنے دفاع کی خاطر اُس پر حملہ کردیا تو اُس نے مجھے زمین پر گرادیا. اور مارنا شروع کردیا۔اسی اثناء اُم فضل نے خیمہ کے بانس کو زمین سے اُکھاڑا اور ابولہب کے سر پردے مارا ، ابولہب کا سر پھٹ گیا ، وہ شرمندہ ہوا اور بہتے ہوئے خون کے ساتھ ایک جانب چلا گیا۔

تاریخی اسناد کے مطابق اس ماجرے واقعے کے سات دن بعد ابولہب کا انتقال ہو گیا۔

جنگ بدر کے بعد دوسری ہجری میں ابورافع مدینہ پہنچا، اور اُس کے بعد جنگ اُحد، خندق اور دوسرے غزوات میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شریک رہا۔ بعد میں خود اپنے بارے میں کہنے لگا:

خداوند کا شکر گذار ہوں کہ کوئی بھی میرے مرتبے تک نہیں پہنچ سکا۔ میں نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو مرتبہ بیعت کی ہے، اور دو قبلوں کی جانب نماز پڑھی ہے، تین بار ہجرت کی ہے، پہلی بار جعفر کے ساتھ حبشہ کی، دوسری بار پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مدینہ کی اور تیسری بار حضرت علیؑ کے ساتھ کوفہ۔

ابورافع اپنی یادیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ یوں بیان کرتے ہیں کہ: ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر پہنچا، اندازہ ہوا کہ رسول اکرمؐ سو رہے ہیں یا اُن پر وحی نازل ہو رہی ہے۔ حجرہ رسول اللہؐ کے ایک گوشہ میں سانپ کو دیکھا، میں نے چاہا کہ اس کو ماردوں لیکن ڈرا کہ، حضورؐ بیدار نہ ہو جائیں اسلئے آنحضرتؐ اور سانپ کے درمیان لیٹ گیا، یہاں تک کہ آنحضرتؐ بیدار ہو گئے۔ جب رسول خداؐ اُس ماجرا سے باخبر ہوئے تو فرمایا:

خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ تم نے علیؑ کا طریقہ پسند کیا ہے(۱)

ابورافع کے اس خلوص اور عمیق رابطہ اور بے شائبہ محبت جو انہیں پیغمبر اکرمؐ سے تھی، اپنے لئے "امین پیغمبرؐ" کا لقب حاصل کیا۔ پیغمبر اکرمؐ نے ابورافع کے بارے میں فرمایا "**مَن اَراد اَن ینظر اِلی امین علی نفسی و اھلی ، فھذا ابو رافع امین علی نفسی**"

جو چاہتا ہے کہ میرے اور میرے خاندان کے امین کو دیکھے، تو وہ ابورافع کو دیکھے۔

ایک اور ماجرا کہ جو ابورافع کی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت سے متعلق ہے، وہ اس کی شادی کے بارے میں ہے۔ پیغمبر اکرمؐ نے اپنی کنیز سلمٰی کی شادی ابورافع سے کی، اس شادی کا ثمرہ عبیداللہ بن ابی رافع ہیں، جو امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے خاص اصحاب میں سے ہیں ۔ ابورافع نے امیر المومنین علی علیہ السلام کے ہمراہ کوفہ ہجرت کی اور اپنی زمین جو خیبر میں تھی اور گھر مدینہ میں، فروخت کر دیا اور پھر حضرت امام حسنؑ کے ہمراہ مدینہ واپس آ گئے ۔ آپؑ نے اس کی خدمات کے صلے میں حضرت علیؑ کے آدھے گھر کو انہیں دے دیا تا کہ وہ اس میں زندگی بسر کر سکیں۔

۱۔ یہ اشارہ اس جانب ہے کہ جب ہجرت کی شب امیر المؤمنین علی علیہ السلام بستر پیغمبرؐ پر سوئے تھے۔

ابورافع نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے امیر المومنین علی علیہ السلام کے فضائل کے بارے میں بہت سی روایات نقل کی ہیں ۔ اورانہوں نے ایک کتاب بنام'' السنن و الاحکام و القضایا'' تالیف فرمائی ہے جو پہلی فقہی کتاب شمار ہوتی ہے ، اور یہ تمام احکام و مسائل انہوں نے امیر المومنینؑ کی شاگردی میں سیکھے ہیں۔

ابوروافع امیر المومنین علی علیہ السلام کی شہادت کے بعد چالیس ہجری میں دنیا سے رخصت ہوئے۔لیکن واقدی نے ان کی وفات کو قتل عثمان سے پہلے یا کچھ عرصہ بعد بیان کیا ہے(۱)

☆☆☆

ابوسعید خدری

ابوسعید خدری، سعد بن مالک بن سنان انصاری خزرجی مدنی، سال اول بعثت میں دنیا میں آئے ،اس سے پہلے اُن کے والد اسلام کے گرویدہ ہو چکے تھے،اور انہوں نے اوائل اسلام کی جنگوں میں شرکت کی۔ اسی بنا پر ابوسعید الخدری آغاز ہجرت ،پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف مائل تھے کہ مدینہ میں مسلمانوں کے ساتھ جنگوں میں شرکت کریں لیکن اپنی کم سنی کی بنا پر اُنکو اجازت نہ مل سکی۔

۱۔اُسدالغابہ، ج۱،ص۵۲؛ الاصابہ، ج۴،ص۶۷؛ الاستیعاب۱۶۵۶/۴؛ دائرۃ المعارف بزرگ اسلامی ، ج۱،ص۵۴۸؛ پیامبر و یاران،ص۷۳؛ سیر اعلام النبلاء۱۶/۱؛الاصابہ۱۵/۱؛تحفۃ الاحباب ۳/؛ تاریخ پیامبر اسلام ۲۳۱/

آخرانھیں یہ توفیق حاصل ہو ہی گئی کہ بارہ جنگوں میں دشمنوں کے خلاف صف آرا ہوئے۔

ابوسعید کے والد متقی پرہیز کار آدمی تھے۔پیغمبر اکرمؐ نے اُن کے بارے میں فرمایا تھا: اگر کوئی چاہتا ہے کہ مرد پارسا کو دیکھے تو ''ابن مالک بن سنان'' کو دیکھ لے۔ اُن کے اخلاق و کردار اور غیرت سے متعلق نقل کیا گیا ہے کہ: وہ تین دن بھوکے رہے مگر کسی سے سوال نہیں کیا ۔ اسی دلیل پر اُن کو متقیوں اور پرہیز کاروں میں شامل کیا جاتا ہے۔

ابوسعید نے احادیث اور دیگر واقعات کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے۔

آپ کے وصف میں کہا ہے کہ: تمام جوان صحابہ کے درمیان، سب سے زیادہ دانشمند تھے ۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک جبرائیلؑ کے مشاہدہ کے بارے میں بھی کہا ہے۔جنگ میں پہلی بار حاضر ہونے کے متعلق کہا ہے کہ: میری عمر جنگ خندق کے موقع پر تیرہ سال تھی، میرے والد نے مجھے ساتھ لیا اور خدمت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

یارسول اللہؐ! یہ میرا بیٹا ہے، مضبوط بازو اور تنومند جسم رکھتا ہے، اس کے جنگ میں شامل ہونے کی اجازت طلب کرتا ہوں۔حضرتؐ نے کم سنی کی وجہ سے مجھے

اجازت نہ دی لیکن پندرہ سال کی عمر میں بنی المصطلق کے خلاف اجازت ملی (۱)

ابوسعید خدری، خلفاء کے دور، خصوصاً امیر المومنینؑ کے عہد خلافت میں جنگوں میں شریک رہے ۔ ابوسعید خدری ۷۴ ہجری میں ۷۶ سال کی عمر میں مدینہ میں فوت ہوئے اور قبرستان بقیع میں دفن کیے گئے (۲)

☆☆☆

ارقم بن ابی الارقم

ارقم بن ابی الارقم بن اسد، قبیلہ مخزوم سے اور مکہ میں پیدا ہوئے ۔ یہ وہ بزرگ ہیں جو خود اسلام لے کر آئے ۔ بعثت پیغمبرؐ کے وقت ۱۷ سال کے تھے ۔ اُن کی زندگی کا اہم ترین واقعہ یہ ہے: مکہ میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخفیانہ تبلیغ کے زمانے میں اُن کا گھر تبلیغ اسلام کا مرکز بنا ہوا تھا کہ بعد میں اس نے ''دار التبلیغ اسلام'' کے نام سے شہرت حاصل کی ۔

بعض نام ور اصحاب اُن کے گھر میں اسلام سے آشنا ہوئے اور اس کے گرویدہ بنے ۔

آغاز بعثت میں پیغمبر اسلامؐ اور آپؐ کے ساتھی نماز کی خاطر اطراف مکہ کے درّوں میں پناہ لیتے تھے ۔ اُنہی دنوں میں ایک دن کفار قریش کا ایک گروہ اُن

۱۔ یہ حوالہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ ابوسعید کے والد جنگ اُحد میں شہید ہوئے ہیں ۔ شاید کوئی اور اُن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لایا ہوگا ۔

۲۔ صفۃ الصفوۃ، ج ۱، ص ۲۹۹؛ اُسد الغابۃ، ج ۲، ص ۲۸۹؛ تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۴۴؛ الاستیعاب، ج ۴، ص ۱۶۷۱؛ پیغمبر و یاران، ج ۱، ص ۷۸ ۔

کے روبرو ہوگیا اور اُنہوں نے مسلمانوں پر تشدد کرنا شروع کردیا ۔ اسی دوران سعد بن ابی وقاص نے اُونٹ کی ایک ہڈی سے ایک مشرک کا سر پھاڑ دیا۔

کہا گیا ہے کہ یہ پہلا خون تھا کہ جو اسلام کی خاطر زمین پر بہایا گیا۔اس کے بعد اپنے ساتھیوں کو جمع کرنے کی خاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک خفیہ جگہ کا انتظام کیا ۔ آخر کار ارقم کے گھر کو دوسروں کو اسلام کی دعوت دینے کی خاطر مرکز بنایا ۔ کہا گیا ہے کہ جب تک آنحضرتؐ کے پیروکاروں کی تعداد چالیس تک نہ پہنچی، یہی گھر تبلیغ کے لئے خفیہ مرکز رہا۔

جب تک پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ ہجرت نہیں کی ارقم کے گھر میں تبلیغ کا کام جاری رہا ۔ہجرت کے بعد ارقم نے بھی اُسی شہر کی جانب ہجرت کی اور اس کے بعد جنگ بدر اور دوسری جنگوں میں شرکت کی۔

کہا گیا ہے کہ جنگ بدر میں کامرانی کے بعد غنیمت کے علاوہ ارقم کو ایک تلوار بھی دی گئی۔ابن عباس کہتے ہیں کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارقم کو ''سعایہ'' کی ماموریت سونپی.سعایہ کے دو معنی ہیں: ۱۔صدقات کو جمع کرنا۔ ۲۔مسلمانوں کے بارے میں اطلاعات جمع کرنا اور ان کی خبر گیری کرنا۔

معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے معنی ہی ہماری مراد ہے۔کہا گیا ہے کہ ارقم بن ابی

الارقم بیت المقدس کی زیارت کی خاطر آمادہ سفر ہونے کے بعد ، خدا حافظی کی خاطر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔حضرتؐ نے اُن سے پوچھا : کیوں سفر پر جا رہے ہو؟ کیا تجارت کی غرض سے جا رہے ہو یا کوئی اور مقصد سے بیت المقدس جا رہے ہو؟

ارقم نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں۔یا رسولؐ اللہ! نماز پڑھنے کی غرض سے، مسجد الاقصی کا قصد کیا ہے۔

آپؐ نے فرمایا کہ ایک رکعت نماز میری مسجد میں دوسری مساجد، کی ہزار رکعت سے بہتر ہے لیکن مسجد الحرام کے علاوہ۔

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ حضرتؐ کے کلام کے بعد ارقم نے مسجد الاقصی کا سفر اختیار نہیں کیا

ارقم کی تاریخ وفات ۵۵ ہجری لکھی گئی ہے اگر یہ تاریخ صحیح ہو تو انہوں نے ۹۰ سال کے قریب عمر پائی ہے(۱)

☆☆☆

۱۔صفۃ الصفوۃ، ج۱،ص۴۷۱؛ اُسد الغابۃ ، ج۱،ص۴۷؛ پیغمبر و یاران،ص۱۷۹؛ الاصابہ، ج۱،ص۲۶؛ تاریخ پیامبر اسلامؐ ص۹۵۔۹۸؛ ترجمہ طبقات، ج۱،ص۲۶۷؛ راز بزرگ رسالت در ۲۳ سال، ترجمہ سیرہ ابن ہشام، ج۱،ص۲۷۰۔

اسامۃ بن زید

اسامۃ بن زید بن حارثہ بن شراجیل بن کعب، بنی عبدالمطلب بن ہاشم کے موالی سے ہیں بعثت کے پانچویں یا چھٹے سال مکہ میں مسلمانوں کے خاندان میں پیدا ہوئے .آپ کے والد زید بن حارثہ تھے کہ جو رسول اکرمؐ کے منہ بولے بیٹے تھے اور آپ کی والدہ ایک کنیز تھی کہ جن کا نام اُمّ ایمن تھا کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ماں کا درجہ رکھتی تھیں۔

اسامہ بن زید نے بچپن سے رحلت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک آپؐ ہی کے پاس زندگی گذاری۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کو بہت چاہتے تھے، اُنکو حُبّ الرّسول یعنی ''محبوب پیغمبر'' کا لقب دیا۔پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بارے میں فرمایا تھا: **اِنَّ اُسامۃَ بن زید لاحب الناس الیّ۔**

بے شک اسامہ بن زید میرے لئے محبوب ترین فرد ہیں۔اُن کے والد بھی حبّ الرسول کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے ۔کبھی اسامہ کو حب بّن حبّ بھی کہا

جاتا تھا۔ تاریخ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نوازشیں اُن سے متعلق اس طرح لکھی ہے:

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں اسامہ کا سر ایک میز سے ٹکڑا کر زخمی ہوگیا ، یہ دیکھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی جگہ سے اُٹھے اور اُس کے سر سے خون صاف کیا اور اُس کو بہلایا. جب اُسامہ بڑے ہوگئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن سے مشورہ بھی لیتے تھے اور دوسرے مسلمانوں کی طرح جنگی ذمہ داری دے کر بھیجتے تھے۔ جنگ بدر اور اُحد میں کم سنی کی بنا پر جنگ کی اجازت نہ دی ۔ جنگ بدر کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک عزیزہ کا انتقال ہوگیا تھا تو اُسامہ نے مدینہ میں اُن کے کفن و دفن میں شرکت کی.

غزوہ بنی المصطلق سے مدینہ لوٹتے وقت، عائشہ،فوج سے پیچھے رہ گئی تو لوگ اُن کے بارے میں بہتان تراشی اور طعن کرنے لگے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے موقع پر دو افراد سے مشورہ کیا یعنی علی علیہ السلام اور اُسامہ سے۔

اُسامہ نے عائشہ کی پاکدامنی کے متعلق کہا اور امیر المومنین علی علیہ السلام نے کوئی اور مشورہ دیا۔

امن اور صلح کے دنوں میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسلحہ امیر المومنین

علی علیہ السلام اور اُسامہ ہی کی تحویل میں رہتا تھا۔

جنگ حجول میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا خوبصورت پیراہن اسامہ کو پہنایا۔ حکم بن حزام نے اس عنایت پر اُسے مبارک باد دی اور اپنی زبان پر تعریفی کلمات جاری کیے۔

اتنی نوازش اور محبت کے باوجود اگر اُسامہ سے کوئی غلطی یا خطا سرزد ہوئی تو آنحضرتؐ نے اُنھیں تنبیہ کی۔ ماہ رمضان ساتویں ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسامہ بن زید کو سریّہ غالب بن عبداللہ لیثی کو ذمہ داری سونپی گئی۔ اس مہم میں اُس نے ایک شخص کو ناحق قتل کر دیا۔ اس شخص نے اپنی زبان پر ''لا الہ الّا اللہ'' جاری بھی کیا، لیکن اُسامہ نے یہ گمان کیا کہ یہ دل سے نہیں کہہ رہا ہے، اسی لیے اُسے قتل کر دیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بارے میں اطلاع دی گئی تو آپؐ نے سرزنش کے انداز میں اُسامہ سے کہا: اُس کا دل کھول کر کیوں نہیں دیکھا؟ کہ وہ سچ کہہ رہا ہے یا جھوٹ؟ یعنی اُس کا زبانی اقرار ہی کافی تھا، اُس کی جان کو محترم کیوں نہیں جانا؟

جنگ موتہ، شام کی سرحدوں پر رومیوں کے ساتھ واقع ہوئی، اسامہ نے اپنی جان نثاری اور بہادری کے کارنامے اپنے والد کے سامنے بیان کئے۔ اُن کے والد اس جنگ میں شہید ہو گئے تھے، اور اسامہ تنہا مدینہ واپس پلٹے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کو رومیوں سے مقابلہ کے لئے فوجی کمانڈر مقرر کیا۔ بعض بزرگ صحابہ نے اس پر اعتراض بھی کیا اور فوجی کیمپ میں حاضر نہ ہوئے ۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو اپنے زندگی کے آخری لمحات بستر پر گذار رہے تھے، جب اس خبر کو سنا تو مسجد تشریف لے گئے اور اسامہ کے دفاع میں فرمایا:

لوگو! سپاہ اسامہ کے ہمراہ مشن پر روانہ ہو جاؤ، اس کا باپ بھی تمہارا سپہ سالار تھا، وہ جنگ موتہ میں شہید ہو گیا، تم نے اس سے پہلے بھی اُس کی سپہ سالاری پر اعتراض کیا تھا، لیکن خدا کی قسم وہ لائق سپہ سالار تھے اور اب اُسی کا بیٹا بھی اسی عہدہ کے لیے مناسب ترین فرد ہے ، سب اُس کے خیر خواہ بنو کہ وہ تمہارے خاص لوگوں میں سے ہے۔

اسامہ اور اُن کی فوج رحلت پیغمبرؐ تک مدینہ میں رہی ، رحلت پیغمبرؐ کے بعد حضرت ابوبکر نے سپاہ اسامہ کو رومیوں سے جنگ کے لیے بھیجا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانشینی سے متعلق اسامہ ابتداء میں امیر المومنین علی علیہ السلام کے ساتھ تھے اور جب دیکھا کہ حضرت علی علیہ السلام نے صبر سے کام لیا ہے تو اُس نے حضرت ابوبکر کی بیعت کر لی۔

امیر المومنین علی علیہ السلام کے دور خلافت کے ابتدا میں اُس نے بیعت نہ کی

لیکن بعد میں آنحضرتؐ کی بیعت کر لی۔ کیونکہ اُس نے '' **لا الہ الّا اللہ** '' کہنے والے شخص کو قتل کیا تھا، امیر المومنین علی علیہ السلام سے معذرت خواہی کی، تو آپؑ نے اس کی معذرت کو قبول کر لیا اور جہاد سے بھی اُسے معاف رکھا ۔ اِن تمام باتوں کے باوجود امام علی علیہ السلام اور آپؑ کی اولاد نے اسامہ کو نیکی سے یاد کیا ہے۔

اسامہ اور حضرت عثمان کے بیٹے میں ایک باغ کی ملکیت پر جھگڑا ہو گیا، امام حسن علیہ السلام نے اُسامہ کی حمایت کی تو اُس کے حق کو اُسے دے دیا ۔ جب اسامہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو امام حسین علیہ السلام نے اُن کی عیادت کی اور اُن کی وفات سے پہلے اُس کا قرضہ بھی ادا کیا۔

اسامہ بن زید بن حارثہ سے زیادہ تر روایات پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل ہوئی ہیں۔

اُسامہ ۵۴ سے ۵۹ ہجری کے درمیان حدوداً ۶۶ سال کی عمر میں مدینہ کے نزدیک ایک علاقہ ''جُرُف'' میں دنیا سے رخصت ہوئے۔ اُن کا جسد مدینہ لایا گیا اور قبرستان بقیع میں سپرد خاک کئے گئے (۱)

☆☆☆

۱۔ الاستیعاب ج ۱ ص ۷۵؛ اُسد الغابہ ج ۱ ص ۷۹؛ الطبقات ج ۲ ص ۲۴۸؛ سیر اعلام النبلاء ج ۲، ۴۹۶؛ صفۃ الصفوۃ، ج ۱ ص ۲۱۰؛ تحفۃ الاحباب، ص ۱۸؛ نامہ ہا و پیمان نامہ ہائے سیاسی حضرت محمدؐ ص ۱۴۲؛ زندگی پیامبر اسلام، ج ۲ ص ۱۹۲؛ پیغمبر و یاران، ج ۱ ص ۱۸۳.۱۹۵؛ تاریخ پیامبر اسلام، ص ۲۷۳.۴۵۰.۵۲۲.

انس بن مالک

انس بن مالک بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام بن جُندب انصاری خزرجی بعثت کے تیسرے سال پیدا ہوئے، وہ رسول اللہؐ کے خادم تھے۔ دس سال کی عمر میں رسول اللہؐ کے گھر میں وارد ہوئے اور آنحضرت کی خدمت کرنے لگے، آپ کی والدہ تہی دست تھیں لیکن جذبہ ایمانی سے سرشار، اُنھوں نے ،اپنے بیٹے کو رسول خداؐ کی خدمت کرنے کے لیے بھجوایا۔ کہا گیا ہے :جب رسول اللہؐ مدینہ منورہ میں وارد ہوئے تو ہر ایک نے کوئی نہ کوئی تحفہ رسولؐ اللہ کو پیش کیا۔

انس کی والدہ اپنے بچے کو لائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئی اور عرض کیا :

یا رسولؐ اللہ! لوگ آپؐ کے پاس تحائف وہدایا لائے ہیں لیکن میں اس پر قادر نہیں ہوں ۔ آپؐ سے درخواست کرتی ہوں کہ میرے بیٹے کو غلامی میں قبول فرمائیں۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے اپنی خدمت کے لئے قبول کیا اور

شکریہ ادا کیا، اس طرح سے وہ خانہ اسلام میں داخل ہوئے ۔ جنگ بدر کا آغاز ہوا تو انس کی عمر گیارہ سال کی تھی اور جنگ میں شامل ہونے کی اجازت نہ مل سکی لیکن جانثاروں کے اموال و اسباب کی حفاظت کی ذمہ داری مل گئی۔ انس گیارہ جنگوں میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ رہے، وہ ماہر تیرانداز بن گئے، اور اپنے بچوں کو بھی یہ ہنر سکھایا۔ تاریخ میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کی محبت وارفتگی تحریر ہے۔

کہا جاتا ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا پر انس مستجاب الدعوۃ بن گئے اور اسی طرح رسولؐ کی دعا: **اللهم اكثر ماله و ولده و ادخله الجنّة۔** پروردگارا! اُس کے اموال اور اولاد میں کثرت دے اور وارد بہشت فرما۔ اس کے باغ میں سال میں دو فصلیں ہوتیں اور اسی طرح اُس کی اولاد میں بہت اضافہ ہوا ۔ انس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت گزاری کے دوران واقعات نقل کیے ہیں۔

ایک جگہ فرماتے ہیں: دس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں رہا، اس تمام مدت میں ایک بار بھی آنحضرتؐ نے نہیں فرمایا کہ: تم نے نیک کام انجام دیا یا بد؟

انس قرآن کریم کی بہت تلاوت کرتے تھے۔ یہاں تک کہ لکھا ہے وہ شبانہ و

روز میں ایک بار قرآن ختم کرلیا کرتے تھے ۔ اُن سے بہت روایات نقل کی گئی ہیں۔

انس بن مالک ۹۰ ہجری میں ایک سو سال کی عمر پا کر اس دنیا سے گئے ، اپنی وصیت میں تحریر کر گئے:

''میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عصا ہے جب میں مرجاؤں تو اس عصا کو میرے کفن میں ساتھ دفن کرنا'' بصرہ سے دس فرسخ کے فاصلے پر اُن کی قبر اُن کے اپنے مکان میں ہے(۱)

☆☆☆

۱۔الاصابہ ۱/۱۷؛ المعارف/۵۸۰؛ الاستیعاب ج۱،ص ۱۰۹؛ اُسد الغابہ ج۱،ص ۱۲۷؛ سیر اعلام النبلاء ج۳/۳۹۵؛ صفۃ الصفوۃ، ج۱،ص ۲۹۸۔

براء بن عازب

براء بن عازب بن حارث بن عدی بن جشم انصاری، بنی حارثہ سے ہیں۔ بعثتِ چوتھے یا پانچویں سال ولادت ہوئی، وہ ایام جوانی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرنے والے اور آپؐ کے ہمراہی تھے۔ گیارہ یا بارہ سال کی عمر میں جنگ اُحد میں شامل ہونے پر اصرار کیا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کم عمری کی بنا پر اُن کی درخوست کو رد کردیا۔ پندرہ سال کی عمر میں جنگ خندق میں شرکت کرنے کی توفیق حاصل کی۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اپنے اصحاب کے ہمراہ خندق کھودنے میں مصروف تھے تو اس منظر کو براء بن عازب بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

میں نے سرخ لباس میں کسی کو بھی، زیبا تر پیغمبر اکرمؐ سے نہیں دیکھا۔ آپ سفید روشن چہرے والے اور آپ کے سر کے بال آپ کے کندھوں تک پہنچ رہے تھے، اور میں نے روز خندق دیکھا کہ آپ اپنی پیٹھ پر مٹی اُٹھا کر جا رہے ہیں لیکن تھوڑی دیر کے بعد میرے اور آپؐ کے درمیان خاک حائل ہوگئی۔

اس واقعہ سے براء بن عازب کی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دلبستگی معلوم ہوتی ہے۔

آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ،۱۸ سفر کئے اور ۱۵ جنگوں میں حصّہ لیا، آپؐ کے پاس رہ کر دشمنوں سے جہاد کیا ۔ تاریخ میں ملتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب سرزمین حدیبیہ پر پہنچے تو ایک گروہ نے کہا کہ یہاں پانی نہیں ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک تیر براء بن عازب کو دیا(۱) تا کہ کسی بھی کنویں میں اس تیر کو تہہ میں گاڑ دیں.

جب براء بن عازب نے اس تیر کو ایک کنویں کی تہہ میں گاڑا تو وہاں سے آب جوش مارتا ہوا اُبل پڑا اور کنویں کے دہانے تک پہنچ گیا ،مسلمان جو کنویں کے دہانے پر بیٹھے ہوئے تھے، اپنے اپنے ظرف بھرنے لگے۔

براء بن عازب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد کربلا کے کے واقعہ تک زندہ رہے، حضرت عمر بن خطاب کی خلافت کے دور میں، ۲۴ ہجری کو فتح ری کے لئے مامور ہوئے، براء بن عازب نے اس شہر کو جنگ کئے بغیر فتح کر لیا تھا۔

حضرت علی علیہ السلام کے دور حکومت میں جنگ جمل، صفین اور نہروان میں،

۱۔ بعض ناجیہ بن جندب بن عمیر اسلمی کا نام لیتے ہیں

حضرت علی علیہ السلام کی حمایت میں شرکت کی ۔ لیکن افسوس! کربلا میں امام حسین علیہ السلام کا ساتھ نہ دے سکا ۔

کہتے ہیں کہ براء بن عازب بعد میں افسوس کرتا رہا کہ کیوں امام حسین علیہ السلام کی مدد نہیں کی اور آپؑ کی رکاب میں جنگ نہ کرسکا۔

براء بن عازب کے حوالے سے بہت زیادہ روایتیں نقل کی گئی ہیں۔مصعب بن زبیر کے گھر میں ۲۷ ہجری میں کوفہ میں انتقال کیا(۱)

☆☆☆

براء بن مالک

براء بن مالک نضر انصاری مدینہ میں متولد ہوئے۔وہ انس بن مالک کے پدری بھائی تھے جو رسول اللہؐ کے خادم تھے ۔اور دس برس تک آپؐ کے گھر میں خدمات کے فرائض انجام دیئے ۔براء بن مالک خوش شکل اور اہل دعا وعرفان تھے۔تاریخ میں ان کا بہت کم تذکرہ ہے سوائے اسکے کہ جری، بہادر اور صاحب زہد وتقوی تھے ۔ براء بن مالک شجاعت میں ایسے تھے کہ خلیفہ دوم نے اپنے زمانہ خلافت میں، اپنے سرداروں میں سے ایک کو نصیحت کی: براء بن مالک

۱۔ الاستیعاب ج۱،ص۱۵۵؛ تاریخ پیامبر اسلامؐ،ص۳۱۲۔۴۶۰؛ المعارف،ص۳۲۶؛ اُسد الغابہ ج۱،ص۲۰۵؛ پیغمبر و یاران ،ج ۲ ،ص ۲۵؛ تحفۃ الاحباب،ص۲۸؛ الاصابہ،ج۱،ص۱۴۶؛ مغازی ترجمہ مہدوی،ج۲،ص۳۶۶؛ لطائف المعارف،ص۱۶۱؛ سیر اعلام النبلاء ج۳،۱۹۴۔

کوکسی مقام پرسردار مقرر کرنا، کیونکہ وہ مرد بیباک وشجاع ہے اور ہوسکتا ہے کہ پوری سپاہ کوتہ تیغ کرڈالے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں، براء بن مالک بہت سی جنگوں میں سردار مقرر کئے گئے اور بعض مواقع پر، آج کی تعبیر کے مطابق اطلاعات جنگ کے عہدے پر ماموررہے۔ اُنھوں نے جنگ اُحد وخندق اوراس کے بعد جنگ یمامہ اور فتح شوشتر میں فعال کردارادا کیا جنگ یمامہ میں مسیلمہ کذاب نے نبوت کادعویٰ کیا تھا، جب مسیلمہ کذاب کالشکرایک باغ میں پناہ کی غرض سے داخل ہو گیا، اور براء بن مالک بھی خود باغ میں داخل ہوئےتو، ۸۰ مرتدوں سے مقابلہ کیااوراُن میں سے بہت سے ہلاک ہوگئےاور مسلمان باغ میں داخل ہوسکے. اس جنگ میں براء بن مالک کو، ۸۰ سے زیادہ زخم لگے۔

براء بن مالک اہل دعاوعرفان تھےاورشعر بھی کہتے تھے لکھا گیا ہے کہ وہ بعض سفروں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے، اورآپؐ کی شان میں شعر کہتے تھے۔

پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اُن کے بارے میں فرمایاہے: اگر براء بن مالک اللہ کوپکارے اوراس سےکوئی کوئی چیز مانگے تو اللہ اُس کواجابت کرے گا۔

میدان جنگ میں اُن کی استقامت و بہادری اور اُن کے عرفان و ایمان کے بہت گواہ ہیں۔ ان جلووں کا خاص مظاہرہ فتح شوشتر کے موقع پر دیکھا گیا۔

لشکر اسلام کو جب شوشتر شہر کا حصار اور محکم قلعہ بندی کی خاطر چھ ماہ تک انتظار کرنا پڑا اور فتح نہ ہو سکا. اس مدت طولانی میں کئی بار جنگیں لڑی گئی. لشکر اسلام میں خستگی اور نا میدی پیدا ہونے لگی. آخر کار مسلمان براء بن مالک کے پاس آئے اور اُس سے کہا کہ کب تک خاموش بیٹھے رہو گے ؟ کیا نہیں دیکھ رہے کہ لشکریوں میں تاب و توان ختم ہو رہا ہے! خدا سے دعا کرو کہ ہماری نصرت فرمائے۔

براء بن مالک نے اپنے ہاتھوں کو اٹھایا اور اللہ تعالیٰ کے حضور دعا مانگی۔ خدایا! شہادت میرے نصیب فرما اور مسلمانوں کو فتح عطا فرما۔ اگلے دن قلعے سے کچھ ایسے تیر چلے کہ براء بن مالک کے بدن پر پیوست ہو گئے اور وہ شہید ہو گئے۔

اسی روز سپاہ ایران میں سے ایک سپاہی مسلمانوں کے پاس آیا اور امان چاہی اور قلعے کے اندر جانے کا راستہ بتایا. اس طرح سے ان کی دوسری دُعا بھی مستجاب ہو گئی۔

براء بن مالک راویان حدیث میں سے تھے۔ ان سے روایتیں بھی نقل کی گئی ہیں۔ ان کی شہادت، فتح شوشتر پر ۱۷ یا ۱۸ ہجری میں واقع ہوئی ہے (۱)

۱۔ الاستیعاب ج ۱، ص ۱۵۳؛ اُسد الغابہ ج ۱، ص ۲۰۶؛ حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۳۵۰؛ تحفۃ الاحباب، ص ۲۹؛ الاصابہ ۱/۱۴۳؛ اسیر اعلام النبلاء ج ۱، ص ۱۹۵؛ صفۃ الصفوۃ، ج ۱، ص ۲۵۶؛ رجال حول الرسولؐ، ص ۵۴۹؛ پیغمبر و یاران، ج ۲، ص ۲۶۔۲۷۔

بریدہ بن حصیب اسلمی

بریدہ بن حصیب اسلمی خزاعی غمیم کے رہنے والے تھے۔ جب انھیں اطلاع ملی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب یثرب ہجرت کر گئے ہیں تو، ۸۰ عزیز و اقارب اور دوستوں کے ہمراہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استقبال کی خاطر پہنچے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تم کون ہو؟

وہ بولے: بریدہ۔ تو حضرتؐ نے حضرت ابوبکر کو مخاطب کر کے کہا کہ: **بَرَدَ اَمْرُنَا وَ صَلُحَ۔**

ہماری ابتدا کامیابی سے ہے۔ اس کے بعد دریافت کیا کہ کون سے قبیلہ سے ہو؟ برید نے عرض کیا ''بنی سہم'' سے۔ حضرتؐ نے اپنے چہرے کو اپنے ہمراہوں کی جانب پھیر کر فرمایا: اب تیروں کی ضرورت نہیں، ہمارے لئے سلامتی ہے۔

اس بار برید نے عرض کیا کہ آپ کون ہیں؟ حضرتؐ نے فرمایا: محمد بن عبداللہ و رسول اللہ'' بریدہ نے بے اختیار کہا : **اشهد ان لا الٰه الا الله و اشهد انّ محمدا رسول الله''**

اِسی وقت اُس کے تمام ساتھی بھی ایمان لے آئے اور نماز عشاء بھی آپؐ کی امامت میں ادا کی۔ صبح کے وقت بریدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا: اپنا پرچم لے کر مدینہ میں داخل ہوں، اس کے بعد اپنے عمامہ کو نیزے کے ساتھ باندھا اور کاروان کے ساتھ آگے آگے مدینے کے راستے پر چل پڑا اور مدینہ میں داخل ہوگئے. وارد ہونے سے پہلے پوچھا، یارسولؐ اللہ! آپ کہاں قیام کریں گے؟

آپؐ نے فرمایا: یہ اُونٹ خود اس بارے میں مامور ہے۔ وہ جہاں بھی جائے وہاں پر۔ بُریدہ نے اس کے بعد چند دن مدینہ میں قیام کیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت لی اور اپنے قبیلے میں آ گیا۔

اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرآن مجید کی چند آیات بالخصوص سورہ مریم کی اوائل کی آیات کو حفظ کیا اور بقیہ آیات کو جنگ اُحد کے بعد یاد کیا۔

اس نے آیات کے بارے میں غور وفکر کیا اور ان کے معانی کو محفوظ کر لیا۔ اس کے بعد قرآن مجید کی اور آیات کا منتظر رہا ۔ بریدہ اپنے قبیلے میں رہا اور مختلف افراد نے قرآن مجید کی آیات کو ان سے حاصل کیا۔ کچھ دنوں کے بعد انھوں نے طے کیا کہ وہ اب ہر بار خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہونگے اور قرآن مجید حاصل کرے گا۔

جنگ اُحد کے خاتمہ کے بعد، بُریدہ مدینہ منتقل ہو گئے، تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ رہیں۔

انھوں نے مدینہ میں ایک مسجد بنائی۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو اپنی قوم پر شرعی رقوم کی جمع آوری پر مقرر کیا۔ انہوں نے آنحضرتؐ کے ہمراہ جنگوں میں شرکت کی، کہا جاتا ہے کہ ان غزوات میں آنحضرتؐ کے رکاب میں شمشیر زنی کے جوہر دکھائے۔

بریدہ نے بیعت رضوان پر دوسری دفعہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی ۔ آپؐ نے جنگ خیبر میں اس کو ''مریسیع'' کا حاکم منصوب فرمایا اور بنی غفار سے شرعی رقومات وصول کرنے کی ذمہ داری سونپی۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر مسلمانوں کا پرچم اُسے دیا، فتح کے بعد وہ پرچم اسی کو بخش دیا، اس نے اسی پرچم کو لشکر اسامہ میں لہرایا۔

سال،۱۰ ہجری میں فرمان پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اسامہ بن زید جہاد کے لئے آمادہ ہوئے، پرچم کو باندھا اور اسے کو قرارگاہ لے جا کر بریدہ کے سپرد کر دیا اور بریدہ نے شام کے راستے کا کچھ حصہ طے کیا۔

اور ایک جگہ لشکر کو ٹھہرالیا اور انتظار کرنے لگے تاکہ بقیہ لشکر پہنچ جائے ،لیکن لشکر اسلام کی کوئی خبر نہ مل سکی۔ بریدہ مجبوراً مدینہ پلٹ آئے اور اس وقت رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت ہو چکی تھی اور لوگوں نے حضرت ابو بکر کی بیعت کر لی تھی۔

جب بریدہ مسجد نبوی گئے تو منبر پر حضرت ابو بکر بعنوان خلیفہ بیٹھے ہوئے تھے اور ایک درجہ کم پر حضرت عمر بیٹھے ہوئے تھے۔ بریدہ کو غدیر کے واقعات یاد آ گئے کہ لوگوں نے رسول خداؐ سے ولایت حضرت علیؑ کا پیمان باندھا تھا۔ اور کہا کہ: کیا رسول خداؐ کا فرمان یاد نہیں؟ کیا تم اُن میں شامل نہیں تھے کہ علیؑ کی خلافت کی آنحضرتؐ کو مبارکباد دی تھی؟

حضرت ابو بکر نے کہا، بریدہ! کیا عقل سے کام نہیں لیتے ہو؟

بریدہ نے کہا : کیوں؟ خدا کی قسم! میری عقل میرے ساتھ ہے، لیکن میں حیران ہوں کہ کل تم خلافتِ علی بن ابی طالبؑ پر خوش تھے، اب کیا ہوا؟

ابو بکر نے کہا: صورت حال میں تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ تم یہاں پر نہیں تھے اور ہم موجود تھے۔ جو حاضر دیکھ سکتے ہیں، وہ دُور رہنے والے نہیں دیکھتے۔ بریدہ نے کہا: کیا تم نے وہ دیکھا ہے، جو اللہ اور اس کے رسولؐ نے نہیں دیکھا؟

اس کے بعد اس نے اس طرح کہا: تمہارے دوست نے کہا تھا کہ اگر محمدؐ نہ رہے تو ہم علیؑ کی کوئی پرواہ نہیں کریں گے۔ اہل مجلس پر سکوت طاری ہو گیا۔

حضرت عمر نے اس سکوت کو توڑا۔

اے بریدہ! پیغمبری اور امامت (خلافت) ایک خاندان میں جمع نہیں ہوگی۔

بریدہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ہم نے آل ابراہیم کو کتاب وحکمت دی ہے اور ان کو ملک وسلطنت عطا کی ہے (۱)

ابھی تک مجلس میں خاموشی تھی اب بریدہ نے اپنا چہرہ حاضرین کی جانب موڑا اور کہا:

اے لوگوں! مجھ پر حرام ہے کہ عمر کے آخر تک مدینہ میں قیام کروں۔ اس کے بعد اُسی پرچم کو جو فتح مکہ کے روز، رسول اللہؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے، اُنھیں دیا تھا۔ حضرت علی علیہ السلام کے گھر کی چھت پر لہرایا اور کہا: میں اس گھر کے مالک وصاحب کے علاوہ کسی کی بیعت نہ کروں گا۔

بریدہ نے کہا: میں نے رسول اللہؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور حضرت علیؑ کی بیعت کی ہوئی ہے۔

بریدہ اس کے بعد اپنے خاندان کو لے کر اپنی قوم بنی اسلم کے درمیان پلٹ گئے اور خلافت امیر المومنین علی علیہ السلام تک اسی جگہ مقیم رہے۔

جب حضرت علی علیہ السلام مسند نشین خلافت ہوئے تو آنحضرتؑ کے ساتھ شامل ہوگئے اور آنحضرتؑ کے ہمراہ عراق چلے آئے۔ امامؑ کی شہادت تک ان

۱۔ نساء، ۵۴

کی رکاب میں رہے، پھر بصرہ پہنچا اور وہاں سے خراسان ہجرت کی اور شہر مرو میں سکونت اختیار کر لی۔

بالآخر سال ۶۳ ہجری میں وفات پائی اور اسی جگہ سپرد خاک کر دیئے گئے (۱)

☆☆☆

جابر بن عبداللہ انصاری

جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حزام بن کعب بن غنم بن کعب بن سلمہ انصاری، قبیلہ بنی سلمہ سے تھے۔ بعثت کے دوسرے سال میں مدینہ میں پیدا ہوئے۔

سال ۱۳ بعثت کو جب وہ گیارہ سال کے تھے، اپنے والد کے ہمراہ عقبہ دوم میں، خدمت رسول گرامی اسلامؐ میں مشرف ہوئے اور ایمان لے آئے۔

آپ کے والد جنگ اُحد میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ وہ جنگ بدر میں عمر کم ہونے کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے اس کے بعد بیشتر غزوات اور جنگوں میں مسلمانوں کے ہمراہ رہے۔ کہا گیا ہے کہ اُنیس غزوات میں شرکت کی اور غزوہ

۱۔ الاستیعاب ج ۱، ص ۱۸۵؛ التاریخ الکبیر، ج ۲، ص ۱۴۱؛ الاصابہ، ج ۱، ص ۱۴۱؛ الطبقات الکبری ج ۴، ص ۲۴۲؛ سیر اعلام النبلاء ج ۲، ۴۶۹؛ بحار الانوار، ج ۸۴، ص ۳۰؛ اتاریخ اسلام، ص ۱۳۷؛ السیرۃ الحلبیہ، ج ۲، ص ۵۵؛ اُسد الغابہ ج ۱، ص ۱۷۵؛ المعارف، ص ۳۰۰۔

بدر میں مجاہدین اسلام تک پانی پہنچایا۔

جابر بن عبداللہ انصاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خالصانہ محبت رکھتے تھے ۔ وہ احکامات نبویؐ پر بے چوں چرا عمل کرتے اور آپؐ کے پُر استقامت پیروکاروں میں شامل تھے۔اس بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن پر خاص توجہ دیتے تھے ۔وہ خود فرماتے ہیں کہ شب لیلۃ البعیر ،پچیس مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے لئے مغفرت کی دعا مانگی۔

وہ نہ صرف صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے بلکہ حضرت علی علیہ السلام کی امامت کے زمانے میں بھی آپؐ کے یار و یاور تھے، جنگ جمل اور صفین اور نہروان میں حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ رہے اور لوگوں کو مکتب علیؑ کی پیروی اور دوستی کرنے کا شوق دلاتے رہے۔ کہتے ہیں کہ مدینہ کی گلیوں اور کوچوں میں صدائے بلند سے کہتے تھے:

علیٌ خیر البشر فمن ابیٰ فقد کفر. علیؑ بہترین بشر ہیں، جو بھی اس کا منکر ہے اُس نے کفر کیا ۔حضرت علی علیہ السلام کے بعد آخری سانس تک اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ رہے۔

جابر بن عبداللہ انصاری سب سے پہلے زائر ہیں جو اربعین (چہلم) امام حسینؑ میں آنحضرتؑ کی قبر پر حاضر ہوئے اور احادیث شیعہ کے راویوں سے ہیں۔

حدیث لوح اور کساء بھی اُنہی سے نقل کی گئی ہے۔ جابر بن عبداللہ انصاری امام محمد باقر علیہ السلام کی امامت تک زندہ رہے. رسول گرامی اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سلام، اُنہوں نے امام باقر علیہ السلام کو پہنچایا۔

آخرکار ۹۰ سال کی عمر میں ۷۸ ہجری میں مدینہ میں انتقال کیا اور اسی جگہ سپرد خاک کیئے گئے (۱)

☆☆☆

جعفر بن ابی طالب (جعفر طیار)

جعفر بن ابی طالب، حضرت علی علیہ السلام کے بڑے بھائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد تھے۔ ایک تاریخی حوالے کے مطابق بعثت رسولؐ اللہ سے، ۱۵ سال پہلے مکہ میں پیدا ہوئے ۔کہا گیا ہے کہ جوانی کے ایام سے ہی باکردار تھے اور جاہلانہ رسم ورواج سے دُور تھے (یہ ابوطالب کی تربیت کا نتیجہ تھا)

جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے تو آپ ۱۶ برس کی عمر سے زیادہ نہ تھے۔ دین اسلام قبول کرلیا۔ کہا گہا کہ وہ تیسرے یا چوتھے اسلام لانے والے مردوں میں شامل تھے ۔ منابع تاریخی سے معلوم ہوتا ہے کہ: اپنے والد

۱۔ الاستیعاب ج۱ص۲۱۹؛ المعارف ص ۳۰۷؛ اُسدالغابہ ج۱ص۳۰۷؛ تذکرۃ الحفاظ، ج۱ص۴۳؛ الاصابہ، ج۱ص۲۱۳؛ تحفۃ الاحباب، ص۴۰؛ سیر الاعلام النبلا، ج۱ص۲۶۱۔

کے ہمراہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاش میں تھے کہ اُن کو مکہ کے درّوں میں سے ایک میں حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ پایا کہ نماز پڑھ رہے تھے۔

ابو طالب اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو کے بعد ابو طالبؑ نے جعفر کو حکم دیا کہ وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بائیں جانب کھڑے ہو جائیں اور ان کے ساتھ نماز پڑھیں۔

جب نو مسلموں پر قریش کی اذیت و آزار بہت شدت اختیار کر گیا تو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جعفر کی ہمراہی میں دوبارہ ایک گروہ، حبشہ کی جانب روانہ کیا۔ پہلی بار عثمان بن مظعون کی سرپرستی میں پنجم بعثت میں ۱۱ر مرد اور ۴ر خواتین کو اور دوسری مرتبہ بعثت کے ساتویں سال ۱۸۳ر فراد کو جعفر بن ابی طالب کی سرپرستی میں حبشہ بھیجا۔ قریش نے اُن کے پیچھے اپنے نمایندے سرزمین حبشہ بھیجے اور اُن کی واپسی کی درخواست کی۔ مسیحی بادشاہ نجاشی کے روبرو، قریش کے نمایندے عمرو بن العاص اور جعفر بن ابی طالب کے درمیان گفتگو ہوئی۔

عمرو بن العاص نے نجاشی کے مذہبی جذبات اور احساسات کو اُبھارا اور مسلمانوں پر اتہام لگایا کہ قرآن میں حضرتؑ مریم کے بارے میں اُن کے اعتقادات کے خلاف کلام موجود ہے۔

نجاشی نے حقیقت حال کو جعفر بن ابیطالب سے دریافت کیا اور جعفر نے اپنی

خاص تقریر میں اسلام کے اصولوں کا دفاع کیا اور سورہ مریم کے ایک حصے کی تلاوت کی۔ نجاشی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اس کے بعد قریش کے نمایندوں کو باہر نکال دیا اور مسلمانوں سے کہا کہ جب تک چاہیں حبشہ میں جہاں چاہیں رہ سکتے ہیں اور آزادی سے حبشہ میں زندگی گزاریں۔ یہ ساتویں ہجری سے تیرہ سال تک حبشہ رہے۔ اگر چہ ان میں سے بعض مکہ لوٹ آئے اور ایک بار پھر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مدینے کے لئے ہجرت کی۔ ہجرت کے ساتویں سال حضرت جعفر بن ابی طالب بقایا مسلمانوں کو لیکر مدینہ پہنچ گئے، جب آپ مدینہ پہنچے تو، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیبر کے مشن پر گئے ہوئے تھے۔ قلعہ خیبر فتح ہو گیا۔

اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت خوشی ہوئی، جب جعفر اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شادمانی چنداں ہو گئی، اور فرمایا:

مجھے معلوم نہیں کہ ان دو واقعات میں سے کس سے زیادہ خوشحال ہوں، فتح خیبر سے یا جعفر کی واپسی پر۔

خیبر کی واپسی پر جو گھر اطرافِ مسجد میں تھے ایک گھر جعفر اور ان کے خاندان کو دے دیا اور اس وقت اس سے پوچھا کہ اے جعفر!

کیا پسند کرتے ہو کہ کوئی چیز تمہیں دی جائے؟

جعفر نے کہا کہ کیوں نہیں۔ مسلمانوں نے گمان کیا کہ مال دنیا سے کوئی بخشنا چاہتے ہیں لیکن آنحضرتؐ نے ایک خاص نماز حضرت جعفر طیار کو تعلیم دی مشہور و معروف نماز، نماز جعفر طیار نام پڑ گیا(۱)

جعفر بن ابی طالب تہی دستوں پر خاص توجہ دیتے تھے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی وجہ سے آپ کو ''ابوالمساکین'' کا لقب عطا فرمایا اور فرمایا: جعفر بارہ میں سے ایک میر النقیب ہے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آٹھویں ہجری میں ایک سریہ میں جو جنگ موتہ کے نام سے مشہور ہے جعفر کو شام کی سرحدوں کی جانب رومیوں سے مقابلہ کے لئے بھیجا ۔ وہاں پر بمقام موتہ شام کی سرحد پر یہ جنگ واقع ہوئی۔ یہ بنام سریہ موتہ کہلایا۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید بن حارثہ کو سپاہ اسلام کا سردار منصوب فرمایا اور دستور دیا ''اگر زید شہید ہو گئے تو جعفر بن ابیطالب سرداری کے فرائض انجام دیں گے اگر وہ بھی شہید ہو گئے تو عبداللہ بن رواحہ سردار ہوں گے اس کے بعد جس کو لشکر چاہے، وہ سردار ہوگا'' اس کے بعد سپاہ اسلام کو پارسائی، نیک

۱۔ یہ نماز کیسے ادا کی جائے عباس قمی، مفاتیح الجنان، چاپ مؤسسہ انتشارات ہجرت، ص ۸۲۔۔۔

رفتاری، اپنے ہمراہیوں سے عفوودرگذر، بچوں، بوڑھوں، خواتین اور بیماروں کے بارے میں نصیحت فرمائی۔

زید بن حارثہ نے اس نبرد میں پیادہ پیکار کیا اور دشمنوں کے نیزہ داروں کے درمیان شہادت پائی۔

حضرت جعفر بن ابی طالب نے پرچم کو اٹھایا اور بڑھ بڑھ کے دشمن سے مقابلہ کیا۔ اپنے گھوڑے سے نیچے اُترے اور اس کی ٹانگیں قطع کردیں، رجز پڑھا اور جنگ کے جوہر دکھائے۔

سب سے پہلے اس جنگ میں آپ کا دایاں ہاتھ قطع ہوا تو آپ نے پرچم کو بائیں ہاتھ میں تھام لیا.اور بڑھ بڑھ کر حملہ کیا لیکن آپ کا بایاں ہاتھ بھی رومیوں کے مقابلہ میں قطع ہوگیا۔ پھر آپ کو دردناک طریقے سے شہید کردیا گیا۔ آپ کے جسم پر نوّے زخم لگے اور دو ٹکڑے ہوگئے ۔عبداللہ بن رواحہ بھی حضرت کی شہادت کے بعد شہید ہوگئے۔اور پھر مسلمانوں نے خالد بن ولید کو سرداری کے لیے منتخب کرلیا اور اس نے فنون جنگی سے مسلمانوں کو میدان حرب سے باہر نکالا اور مدینہ لے آئے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جعفر کی شہادت کی خبر سنی تو ان کے گھر گئے اور حال یہ تھا کہ غم سے آنسو بہہ رہے تھے اور اُن کی اہلیہ کو تسلی دی اور

ان کے بچوں کو آغوش میں لے کر اُن کے سر پر محبت و نوازش کی اور جعفر کی زوجہ کو خوش خبری سنائی کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے دونوں ہاتھوں کے کٹنے پر ان کو دو پر عطا فرمائے ہیں تا کہ بہشت میں جہاں چاہیں پرواز کر سکیں۔

اُن کی بیوی نے کہا: یا رسولؐ اللہ! اگر یہ بات لوگوں تک پہنچا دیں تو جعفر کی عظمت و آبرو میں مزید اضافہ ہوگا اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ہی کچھ کیا۔ حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، خانہ جعفر میں تشریف لے گئی اور اُن کے سوگ میں ان کے اہل خانہ میں شامل ہوگئی اور اُن کے گھر میں تین دن تک غذا پہنچائی اُن کے گھر کی دیکھ بھال کی۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جعفر کو روزِ محشر کے بزرگ سرداروں میں شمار کیا، اور ان کے خلق و خُلق کو اپنے سے تشبیہ دی. شہادت کے وقت ان کی عمر ۳۶ سال تھی ان سے چند روایتیں بطور یادگار نقل کی گئی ہیں(۱)

☆☆☆

۱۔ المنتظم، ج ۳، ص ۱۳۸؛ سیر اعلام النبلاء، ج ۱، ص ۲۰۶؛ الاستیعاب، ج ۱، ص ۲۴۲؛ نسب قریش، ص ۸۰؛ پیغمبر و یاران، ج ۲، ص ۱۷۹؛ تاریخ الکبیر، ج ۲، ص ۱۸۵؛ اُسد الغابہ، ج ۱، ص ۲۸۶؛ الاصابہ، ج ۱، ص ۲۳۷؛ المعارف، ج ۱، ص ۱۲۰، ۱۶۱، ۱۶۳، ۲۰۳ شذرات الذہب، ج ۱، ص ۱۲؛ الجرح والتعدیل، ج ۲، ص ۴۸۲؛ حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۱۱۴؛ تہذیب التہذیب، ج ۲، ص ۹۸؛ تہذیب الاسماء واللغات، ج ۱، ص ۱۴۸؛ تاریخ پیامبر اسلام، ص ۵۱۷ و ۵۳۲ و ۵۳۵۔

حارثہ بن سُرّاقہ

حارثہ بن سراقہ بن حارث بن عدی بن مالک بن عدی بن عامر بن غنم بن عدی نجار انصاری، مدینہ میں قبیلہ خزرج سے متعلق تھے۔ وہ جوانی کے ایام میں شادی سے بھی پہلے سال دوم ہجری، غزوہ بدر میں ایک مشرک بنام حبان بن عرقہ کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ وہ اس جنگ کے پہلے شہید تھے۔ حارثہ بن سراقہ ایسے پاک اعتقاد جوان تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن اُسے مخاطب کرتے ہوئے، فرمایا: کیف اصبحت یا حارثہ؟

اے حارثہ! تم اپنے دن کا آغاز کس طرح کیا؟

حارثہ نے عرض کیا : اصبحتُ مؤمناً۔

میری صبح ایمان باللہ سے ہوئی۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خوب غور کرو اس لئے ہر بات کی کوئی دلیل یا علامت ہوتی ہے۔ حارثہ نے کہا: یا رسول اللہؐ ! اپنے نفس کو دنیا سے دُور رکھا ہوا ہے، شب زندہ داری کرتا ہوں، دن میں روزے رکھتا ہوں۔

ایسے ہے کہ جیسے میں عرش پروردگار سے ، اہل جنت کو دیکھتا ہوں کہ وہ ایک

دوسرے سے ملاقات کررہے ہیں اوردوزخیوں کودیکھتاہوں کہ وہ عذاب میں مبتلا ہیں۔

پیغمبرا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے جوان! اپنی محافظت کرو، خدا وند نے تیرے دل کونورِایمان سے روشن کردیاہے۔ اُس وقت حارثہ نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! میرے لئے دعا کریں کہ خدا مجھے شہادت نصیب فرمائے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے حق میں دعا فرمائی۔

غزوہ بدر میں جب جنگی سواروں کی نوبت پہنچی تو سب سے پہلے جو جنگی سوار آگے بڑھے، وہ حارثہ بن سراقہ تھے وہ گھوڑے پرسوار ہوئے اور قلب دشمن میں گھس گئے۔اس قدر جنگ کی کہ درجہ شہادت پرفائز ہوئے۔بعض کہتے ہیں کہ انہوں نے خودکو پانی کے پاس پہنچایااور پانی پیااوروہاں سے نکلے ہی تھے تو دشمن کاایک تیراُن کی گردن پرآکر پیوست ہوگیا۔جب حارثہ بن سراقہ کی خبرشہادت ان کی والدہ تک پہنچی توانہوں نے کہا: خدا کی قسم! میں اس پر ہرگز گریہ نہیں کروں گی، جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف نہیں لاتے اورنہیں بتاتے کہ اس کاانجام کیاہواہے؟ اگروہ بہشت میں ہے تو میں ہرگز گریہ نہیں کروں گی اوراگروہ جہنم گیاتو جب تک زندہ ہوں اُس پرروتی رہوں گی۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے تو حارثہ کی ماں آپؐ

کے حضور حاضر ہوئیں اور حضورؐ سے اپنا سوال دھرایا!

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے حارثہ کی ماں! خداوند ایک بہشت نہیں رکھتا اُس کے پاس بہت جنّتیں ہیں اور حارثہ اُن میں سے اعلیٰ ترین بہشت میں مقیم ہے۔

جب یہ مژدہ سنا تو حارثہ کی ماں کے لبوں پر مسکراہٹ آئی اور کھل اُٹھیں اور اس حال میں اپنے آپ سے گویا ہوئی، واہ! اے حارثہ! شاباش، بہشت مبارک ہو! پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رخصت ہوگئیں (۱)

☆☆☆

حذیفہ بن یمان

حُذیفہ بن یمان کی یمن میں پیدائش ہوئی، اور انہوں نے اول بعثت میں ہی اسلام قبول کرلیا، غزوات اُحد، خندق اور تبوک میں شرکت کی۔ حذیفہ مرد شجاع و ہوشیار تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن پر اعتماد کرتے تھے۔ وہ ہمیشہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت میں سرگرم رہتے اور سخت ترین

۱۔ الاستیعاب، ج ۱ص ۳۰۷؛ السیرۃ النبویہ، ج ۱ص ۵۰۵؛ مغازی، ج ۱ص ۷۰؛ الطبقات الکبری، ج ۲ص ۱۷؛ اسدالغابہ، ج ۱ص ۳۵۵؛ الاصابہ، ج ۱ص ۲۸۵۔۲۹۷؛ شہداء الاسلام، ص ۳۶؛ پیغمبر و یاران، ج ۲ص ۲۰۵۔

حالات میں بھی اہم ترین ذمہ داریاں ادا کرتے رہے۔حذیفہ کے والد یمان ، بُڑھاپے کی بناپر، جنگ سے معافی ہونے کے باوجود جنگ اُحد میں شرکت کی اور اتفاقاً مسلمانوں کے ہی ہاتھوں شہید ہو گئے۔جب حذیفہ کو معلوم ہوا تو اللہ تعالیٰ سے مغفرت کے لئے دُعا کی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاہا کہ اُن کی دیت ادا کریں تو حذیفہ نے مسلمانوں کو بخش دیا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس اقدام سے بہت خوش ہوئے۔

جتنا وقت گزر رہا تھا، حذیفہ کا ایمان پختہ تر ہو رہا تھا اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک ہوتے جارہے تھے۔غزوہ خندق کی ذمہ داری سونپی گئی کہ لشکر اسلام کی تعداد کو لکھیں۔ اس جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دشمنوں کے حالات کے بارے میں اطلاعات چاہی کہ کوئی دشمن کے درمیان جائے اور اطلاعات حاصل کرے۔تاریخ بتاتی ہے کہ اس میں کوئی رضا کار نہ ملا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حذیفہ یمانی کو طلب کیا اور یہ ذمہ داری ان کے حوالے کی گئی۔وہ مخفی طور پر دشمن کے درمیان پہنچے اور کامیابی کے ساتھ واپس لوٹے اور سپاہ دشمن کے بارے میں مطلوبہ خبروں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آگاہ کیا۔اس طریقے سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک سے نزدیک تر ہوتے گئے۔اصحاب کے درمیان لقب ’’ صاحب سرّ

الرسولؐ‘‘ سے مشہور ہو گئے۔

تبوک سے واپسی پر منافقین میں سے چند افراد نے منصوبہ بنایا کہ فلاں درے سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) گذریں تو اُن کا قصہ تمام کیا جائے۔

حذیفہ اور چند اصحاب کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان کی حفاظت کی ذمہ داری سونپی گئی۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راستے میں اس سازش سے مطلع ہوئے کہ منافقین فلاں پہاڑی کے پیچھے ہیں،تو حذیفہ کوفرمان دیا کہ اُن کو وہاں سے مار بھگاؤ۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور اس طریقہ سے دشمنوں کی سازش ناکام ہوگئی۔

کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حذیفہ کو منافقین کے بارے میں سب کچھ بتادیا تھا خاص طور سے وہ اطلاعات جو حذیفہ سے مربوط تھیں،اور حضرت عمر اپنے زمانے میں جو بھی صحابی انتقال کر جاتا تو اس کی تشیع جنازہ سے قبل دیکھتے کہ اس میں حذیفہ شریک ہوئے ہیں یا نہیں۔ اگر حذیفہ شرکت کرتے تو خود بھی شریک ہو جاتے۔ کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے حذیفہ سے پوچھا:

میرے نامزد کردہ عہدے داروں میں کوئی منافق ہے یا نہیں؟ تو حذیفہ نے اپنے سکوت سے مثبت جواب دیا لیکن کسی کا بھی نام بتانے سے گریز کیا۔

حذیفہ بن یمان نے سال ۲۲ ہجری میں فتح نہاوند میں شرکت کی۔ لشکر اسلام

کے سردار کی شہادت کے بعد، حذیفہ یمانی نے سرداری کی ذمہ داری قبول کی اور ہمدان ورے اور دینور کو فتح کیا۔

حذیفہ، سلمان فارسی سے پہلے مدائن کے حاکم تھے۔ سلمان فارسی کی وفات کے بعد بھی دوسری مرتبہ مدائن کے حاکم بنے۔ ان کے روابط خاندان پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت ہی قریبی تھے۔ تاریخی اسناد سے پتہ چلتا ہے کہ وہ حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کے جنازے پر حاضر ہونے والے سات افراد میں سے تھے۔

اسی طرح کہا جاتا ہے کہ وہ بی بی شہر بانو کے وکیل بنے تا کہ امام حسین علیہ السلام سے عقد کیا جائے ۔ حذیفہ نے اپنے آخری لحظات میں اپنے بچوں کو وصیت کی کہ حضرت علی علیہ السلام کی محبت پر قائم رہنا ، ان کو جنگ جمل وصفین سے آگاہ کیا اور وصیت کی حضرت علی علیہ السلام کی حمایت سے دُور نہ رہنا۔

حذیفہ یمانی نے، حضرت عثمان بن عفان کے قتل کے چالیس دن کے بعد حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کے زمانے میں وفات پائی (۱)

☆☆☆

۱۔ رجال حول الرسولؐ، ص۳۴۲؛ شذرات الذہب، ج۱، ص۱۷۶؛ اسد الغابہ، ج۱، ص۱۷۹؛ تحفۃ الاحباب، ص۵۴؛ الوثائق (نامہ و پیمان نامہ ہائی سیاسی حضرت محمدؐ)، ص۱۱۳؛ المعارف، ص۲۶۳؛ صفۃ الصفوۃ، ج۱، ص۲۴۹؛ تاریخ پیغمبر اسلام، ص۳۲۸؛ پیغمبر و یاران، ج۲، ص۲۴۰۔

خالد بن سعید بن عاص

خالد بن سعید بن عاص بن امیہ بن عبدالشمّس، خاندان بنی امیہ میں سے تھے اور مکہ میں پیدا ہوئے۔ وہ ایک خوش شکل اور باوقار جوان تھے۔ بعثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اسلام لانے والے اولین مسلمانوں میں شامل تھے

اُنہوں نے خواب دیکھا کہ آتش کے کنوؤں کے کنارے کھڑے ہوئے ہیں اور اس کا باپ اُس کو آگ میں گرانے کی کوشش کر رہا ہے کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور آگ میں گرنے سے محفوظ کیا۔ اس کی تعبیر حضرت ابوبکر سے پوچھی، حضرت ابوبکر نے اُس کو پیروی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت دی۔ خالد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور اسلام قبول کر لیا۔ جب اس کے والد ، اس کے اسلام لانے سے آگاہ ہوئے تو اس کے بھائیوں کے ذریعہ اسے طلب کیا، جب خالد اپنے والد کے پاس آئے تو اس کے والد نے اپنا عصا اس کے سر پر مارا اور دھمکی دی کہ اس کا کھانا پینا اس پر بند کر دے گا خالد نے مجبوراً اپنا گھر چھوڑا، والد کو ترک کیا اور خدمت رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے اور ہجرت حبشہ تک، آنحضرؐت کی سرپرستی میں رہے۔

بعثت کے ساتویں سال اپنی بیوی اور مسلمانوں کے ساتھ، جعفر بن ابی طالب کی سرپرستی میں حبشہ ہجرت کی. ان کے دو فرزند سعید بن خالد اور اَمَہ حبشہ ہی میں پیدا ہوئے. نجاشی کے ذریعے امّ حبیبہ کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حبشہ میں انجام پایا۔ اس عقد میں امّ حبیبہ کے وکیل خالد بنے۔

ہجرت کے ساتویں سال، جعفر بن ابی طالب کے ہمراہ مدینہ ہجرت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس رہے. بعض نامے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے، جیسے پیمان نامہ عریض، خالد کے ہاتھوں تحریر کئے گئے۔ خالد نے فتح مکہ اور غزوہ حنین میں بہت اچھا کردار ادا کیا۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی سال ماہ رمضان میں آپ کو ایک سریہ کا سردار بنایا، ان کے ساتھ تین سو مرد ''عرنہ'' کی طرف بھیجے۔ خالد ہشتم ہجری ماہ شوال میں غزوہ طائف میں مسلمانوں کی مدد کے لئے جنگ کی ۔ بقول ''جُرش دبابہ'' لائے ۔ نہم ہجرت جب ثقیف کا ایک گروہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کے لئے آیا تو آپؐ نے اُن کیلئے مسجد میں ایک خیمہ لگایا اور خالد بن سعید کو ان کی خدمت کے مقرر کیا۔ اس مدت میں اُن کے اور رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کے درمیان واسطہ بنے رہے ۔ جو بھی کھانا پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گروہ ثقفی کے لئے بھیجتے تو پہلے خالد اُن کے سامنے اس میں سے کچھ تناول کرتے تا کہ ان کا اعتماد حاصل کریں۔

اسی سال قبیلہ مراد سے ایک گروہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا عامل فروہ بن سبیک کو '' مراد، زبید اور مذحج'' قبیلوں پر بنایا ۔ خالد بن سعید بن بن عاص کو بھی اس کے ہمراہ شرعی صدقات کو لینے کے لئے بھیجا اور نصاب زکوٰۃ تحریری دے دیا اور اس کو یمن کے ایک حصّے کا حاکم بنادیا۔

وہ پہلے کاتب ہیں جنہوں نے تحریر کے آغاز میں '' بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم'' کی عبارت لکھی ہے

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی انگوٹھی جس پر '' محمد رسولؐ اللہ'' لکھا ہوا تھا۔خالد کو ہدیہ دی اور وہ اُس کو ہمیشہ اپنے ہاتھ میں رکھتے تھے۔

رحلت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ نے یمن کی حاکمیت سے کنارہ کشی کر لی اور کہا: پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اب کسی کے کہنے سے حاکم نہیں بنوں گا.

ماجرائے جانشینی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت علی علیہ السلام کی حمایت

میں مسجد النبیؐ میں تقریر کی۔

۱۳ہجری میں سرزمین اجنادَین پر مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان جنگ ہوئی "مرج الصقر" نامی مقام پر درجہ شہادت حاصل کیا(۱)

☆☆☆

دحیہ بن خلیفہ کلبی

دحیہ بن خلیفہ کلبی، بعثت کے پہلے سال میں دُنیا میں تشریف لائے اور غزوہ بدر سے پہلے، اسلام قبول کیا ۔ انہوں نے غزوہ اُحد و خندق میں شرکت کی اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سچے اور شجاع محبوں میں شامل تھے۔

دحیہ تناسب قد و قامت کے وجیہ انسان تھے ۔ بہت عمدہ زبان سے گفتگو کرتے تھے، شاید اسی دلیل پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں اپنا سفیر دربار روم میں بنا کر بھیجا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھٹی ہجری میں، بادشاہوں کو اسلام لانے کے لئے خط لکھے، تو قیصر روم کا خط لے کر اصحاب کو فرمایا "کون اس خط کو قیصر روم کے حضور لے کر جائے گا " دحیہ اپنی جگہ سے

۱۔ الاستیعاب، ج۲، ص۴۲۰؛ اسد الغابہ، ج۲، ص۹۰؛ سیر اعلام النبلاء، ج۱، ص۲۵۹؛ تاریخ پیغمبر اسلام، ج۵، ص۵۷۵ ؛ پیغمبر و یاران، ج۲، ص۳۲۲۔۳۲۵؛ الاصابہ، ج۲، ص۴۰۶؛ المعارف، ص۲۹۶؛ سیرہ بن ہشام، ج۱، ص۲۷۶.

کھڑے ہوئے اور آمادگی کا اظہار کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش ہوئے اور اس کو روانہ کر دیا۔

دحیہ حمص میں ہرقل، قیصر روم کے حضور حاضر ہوئے۔ درباروالوں نے دحیہ کو دستور دیا کہ جب قیصر روم کے حضور پہنچو تو اُسے سجدہ کرنا، لیکن وہ اس کے برعکس کھڑے رہے اور آگے بڑھ کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خط ہرقل کے حضور پیش کیا۔ ہرقل نے پوچھا: یہ مرد کون ہے؟ کہ اس انداز سے میرے سامنے کھڑا رہا۔ کہا گیا: ''محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سفیر ہیں'، ہرقل نے پوچھا: یہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کون ہیں؟

دحیہ نے شجاعت کے ساتھ محکم لہجہ میں جواب دیا: اللہ کے رسولؐ اور مسلمانوں کے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں۔

ہرقل پر لرزہ طاری ہوگیا۔ اپنی جگہ پر بیٹھ کر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو احترام آمیز جوابی مکتوب تحریر کر کے، دحیہ کلبی کے حوالے کیا۔

دحیہ کلبی نے یہ ذمہ داری کامیابی سے انجام دی اور عازم مدینہ ہو گئے۔ راستے میں قبیلہ جزام کے ایک گروہ نے اُن پر حملہ کر دیا۔

جب دحیہ کلبی مدینہ پہنچے تو بلا تاخیر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہرقل سے گفتگو کے بارے میں آپ کو خبر دی اور پھر قبیلہ جزام

کے افراد کا حملہ بتایا۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوراً سریہ پر پانچ سو جنگی مردوں کو زید بن حارثہ کی سرداری میں قبیلہ جزام کی جانب بھیج دیا۔

دحیہ کلبی تاجر اور ثروت مند آدمی تھے۔ تجارتی سفروں کی واپسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تحائف دیتے تھے۔

ایک بار مصر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے عمدہ لباس لایا گیا آپؐ نے وہ دحیہ کلبی کو دے دیا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اسے تحائف دیتے رہتے تھے۔

کہتے ہیں: حضرت جبرئیل علیہ السلام کئی بار دحیہ بن خلیفہ کلبی کی صورت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور آپؐ نے اس واقعہ کی تائید کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی نقل کیا گیا ہے : جب بھی میں دحیہ کلبی کے ساتھ تنہا ہوتا تو کوئی وارد نہ ہوتا تھا (یعنی جبرائیل تھے)

عبداللہ بن عباس سے نقل ہے : جب بھی دحیہ کلبی مدینہ میں وارد ہوتے تو لوگ اُن کو دیکھنے کے لئے گھروں سے باہر نکل آتے۔ ۴۸ ہجری میں ۶۰ سال کی عمر میں آپ نے وفات پائی چلے (۱)

۱۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۲، ص ۵۵۰؛ الاستیعاب، ج ۲، ص ۴۶۲؛ السیرۃ النبویہ، ج ۲، ص ۱۵۳؛ تاریخ پیامبر اسلام، ص ۴۳۳؛ رویداد ہای مہم تاریخ جہان، ج ۱، ص ۷؛ تحف الاحباب، ص ۹۱؛ الاصابہ، ج ۱، ص ۴۷۳؛ اسد الغابہ، ج ۲، ص ۱۳۰؛ الطبقات الکبریٰ، ج ۴، ص ۱۸۴۔

سلمہ بن اکوع

سلمہ بن اکوع، عبداللہ بن قشیر بن خزیمہ بن مالک بن سلامان بن اسلم اسلمی کنیت ابومسلم وابویاس تھی۔ حدوداً بعثت کے چوتھے سال مدینہ میں متولد ہوئے سلمہ خوش سیما جوان تھا، اپنے عصر کے بہادروں میں شمار ہوتا تھا، تیراندازی میں نامور تھا۔

وہ ٦ ہجری میں مقام حدیبیہ ، بیعت رضوان کے موقع پر اسلام لائے اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت کی اور عہد باندھا کہ آخری سانس تک راہ اسلام پر جہاد کرے گا (بیعت مرگ)

اگرچہ سلمہ بن اکوع نے رسالت کے آخری سالوں میں اسلام قبول کیا، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فداکاروں میں شمار ہونے لگا۔ اس نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق زید بن حارثہ کی سرداری میں سات یا نو سرایہ میں شرکت کی۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجات کسی کام سے مدینہ کے اطراف

میں سے ایک جگہ سے گذر رہی تھیں، اُن کی حفاظت کے لئے سلمہ بھی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام رباح کے ساتھ مامور تھے، اچانک مشرکوں کے ایک گروہ سے مڈبھیڑ ہوگئی اور نوبت جنگ تک پہنچ گئی۔ ابوقتادہ اور مقداد نے دشمنوں کا پیچھا کیا، ابوقتادہ نے اُن میں سے ایک بنام عبدالرحمٰن بن عیینہ کو ہلاک کر دیا اور اس کا گھوڑا غنیمت میں حاصل کرلیا، سلمہ کہتے ہیں: میں نے اُس رات تقریبا ۴۰ مشرکوں کو اپنے تیروں کا نشانہ بنایا۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہمارا بہترین سوار کار ابوقتادہ ہے اور بہترین تیرانداز سلمہ بن اکوع ہے۔

غنیمت میں سے مجھے دو حصے ملے اور اپنے مرکب پر سوار کرایا اور مدینہ لوٹ آئے۔ سلمہ ایک سریہ میں زید بن حارثہ کی سرداری میں بنی فزارہ کی جانب گئے اور وادی القریٰ کہ جہاں مدینہ کے لوگوں اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سرمایہ لوٹ کرلے گئے تھے، وہ کامیاب ہوئے کہ اس قبیلہ کی ایک لڑکی کو اسیر کریں اور مدینہ آئے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان پر اس لڑکی کو حزن بن ابی وہب، جو اُن کے ماموں تھے، کو بخش دی۔

ایک اور سریہ میں لشکر اسلام تشنگی و پیاس سے دوچار ہوگیا اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہنچ گئے۔ سلمہ آپؐ کے پاس آئے اور عرض کیا: یا رسولؐ اللہ، لشکر

پیاس کی وجہ سے قریب المرگ ہے!

پیغمبرِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابن اکوع! اپنا اُونٹ لاؤ تا کہ پانی کی تلاش میں نکلیں ۔سلمہ اونٹ لے کر آئے اور پیغمبرِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ و سلم کے ساتھ اس اُونٹ پر بیٹھے اور پانی تلاش کرنے لگے۔

رحلت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سلمہ حضرت عثمان بن عفان کے زمانے تک مدینہ میں رہے۔اُن کے قتل کے بعد ربذہ چلے گئے، وہاں شادی کی اور سکونت اختیار کر لی۔عبدالرحمٰن بن زید عراقی کہتے ہیں: میں ربذہ میں سلمہ بن اکوع کی خدمت میں حاضر ہوا، جب وہ سامنے آئے اور ہاتھوں کو دراز کیا تا کہ ہاتھ ملائیں ۔میں نے دیکھا جن ہاتھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت کر رکھی تھی، آج اُن ہاتھوں پر کام کی وجہ سے، گٹھے پڑ گئے جیسے اُونٹ کے زانوؤں پر ہوتے ہیں ۔ ہم نے اُن کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔یزید بن ابی عبیدہ کہتے ہیں : میں نے سلمہ بن اکوع سے پوچھا: حدیبیہ کے مقام پر کس طرح سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت کی تھی۔اُنھوں نے کہا :

ہم نے رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت تا مرگ کی تھی۔

سلمہ راویان حدیث، المعروف ''رایت'' جنگ کی خبر دینے والوں میں شمار ہوتے تھے۔سائب بن یزید، سلمہ بن اکوع کے قول کے مطابق کہتے ہیں: رسولؐ

اللہ نے فرمایا:

آج یہ پرچم اس کے حوالے کروں گا، جس کو اللہ اور اس کا رسولؐ دوست رکھتا ہے، جیسا کہ وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کو دوست رکھتا ہے۔

پس مجھے حضرت علی علیہ السلام کے پاس بھیجا اور میں، اُن کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے کر آیا۔

نووی، تہذیب الاسماء، حدیث ۷۷ کو سلمہ بن اکوع کے حوالے سے نقل کرتے ہیں، سلمہ سال ۷۴ ہجری میں اپنی موت سے دو روز پہلے مدینہ آئے اور ۸۳ سال کی عمر میں وفات پائی(۱)

☆☆☆

۱۔ اسد الغابہ، ج ۲، ص ۳۳۳؛ تجرید اسماء الصحابہ، ج ۱، ص ۲۳۰؛ سیر اعلام النبلاء، ج ۳، ص ۳۲۶؛ شذرات الذہب، ج ۱، ص ۸۱؛ صفۃ الصفوۃ، ج ۱، ص ۲۸۴؛ الطبقات الکبریٰ، ج ۴، ص ۳۰۵؛ التاریخ الکبیر، ج ۴، ص ۶۹؛ تہذیب التہذیب، ج ۴، ص ۱۵۰؛ الاستیعاب، ج ۲، ص ۶۳۹؛ المعارف، ص ۲۳۲؛ تہذیب الاسماء اللغات، ج ۱، ص ۲۲۹؛ تقویم التواریخ، ص ۲۲۰؛ المستدرک، ج ۳، ص ۵۶۲؛ المعجم الکبیر، ج ۷، ص ۲۱۔۴۰

زید بن ارقم

زید بن ارقم بن قیس بن نعمان بن مالک انصاری خزرجی بعثت کے پہلے سال مدینہ میں پیدا ہوئے اُنہوں نے ۱۷ غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شرکت کی۔ غزوہ بدر، اُحد میں کم سنی کی بنا پر اجازت نہ مل سکی۔

غزوہ بنی المصطلق کے دوران مہاجرین وانصار کے ایک، ایک مرد جھجا اور سنان میں لڑائی چھڑ گئی اور نوبت مارکوٹ تک پہنچ گئی اور سنان مغلوب ہو گیا۔ اس واقعہ سے عبداللہ ابیّ کو غصّہ آ گیا اور کہنے لگا اگر ہم ان مہاجرین کو پناہ نہ دیتے تو کسی اور جگہ چلے جاتے۔ مدینہ پہنچ کر، اُن کو مدینہ سے باہر نکال دیں گے۔ یہ باتیں زید بن ارقم جو کہ جوان تھے، نے سن لی، اور اُس کے ارادے کی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع دے دی۔

جب عبداللہ ابیّ، زید بن ارقم کی اطلاع دینے سے آگاہ ہوا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور قسم کھانے لگا۔ میں نے یہ ہرگز نہیں کہا۔

اپنے قبیلے میں وہ بزرگ ومحترم شمار ہوتا تھا ، اس بناپر انصار نے بھی اس کی حمایت کی۔

اس قسم کی حمایت کے بعد، زید بن ارقم کو بہت دُشواری کا سامنا کرنا پڑا،اور مسلمانوں نے اس کی سرزنش کرنا شروع کردی۔لیکن خداوند راضی نہ ہوا کہ ایک جھوٹے اور منافق کی وجہ سے ایک سچے اور امانتدار نوجوان کی بے عزتی ہو،وہ سر جھکائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوا۔

سورہ منافقون کی آیات نازل ہوئیں اور عبداللہ بن ابیّ کی ناروا گفتگو اس سورہ میں ظاہر ہوئی۔

يَقُولُونَ لَئِنْ رَجَعْنَا اِلىٰ الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجُنَّ الْاَعَزَّ مِنْهَا الْاَذَلَّ (۱)

انہوں نے کہا کہ اگر مدینہ پہنچ گئے،عزیز تر،ذلیل تر کو حتماً مدینہ سے نکال دیں گے۔

اور یہ بھی: **هم الذين يقولون لاتنفعوا على من عند رسول الله حتّىٰ يَنْفَضُّوا** (۲)

وہ کہتے ہیں کہ: وہ جو رسول اللہؐ کے پاس ہے،خرچ وانفاق نہیں کریں گے یہاں تک کہ وہ متفرق ہو جائیں۔

۱۔ منافقون،آیۃ ۸۔

۲۔ منافقون،آیۃ ۷۔

اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے آغاز سے ہی منافقوں کے جھوٹے ہونے کی گواہی دی اور ان کی قسموں کا باطل ہونا سب پر آشکار کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو متوجہ کیا : منافقوں کی ظاہر فریب دینے والی باتیں تمہیں فریب نہ دیں اور تمہارے دشمن یہی منافق ہیں ان سے احتیاط برتیں اُن کی نفاق آمیز، گفتار پر یقین نہ کرو۔ ان آیات کے نزول کے بعد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید بن ارقم کو مورد محبت والفت قرار دیا اور اس کے عمل کی تعریف کی اور فرمایا: اے جوان! خوب سمجھداری دکھائی اور درست کام کیا۔

اس طرح زید بن ارقم پر، کچھ دنوں بعد لعن وطعن ختم ہوگیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد زید بن ارقم نے حضرت علیؑ کا ساتھ دیا۔ اُنہوں نے جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کی حمایت میں تلوار چلائی۔ زید بن ارقم سے بہت سی روایات نقل کی گئی ہیں ، بالخصوص وہ روایات جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اولین نماز گذار یعنی حضرت علیؑ سے متعلق ہیں۔

اُنہوں نے سال ۶۸ ہجری میں ۸۰ سال کی عمر میں وفات پائی اور قبرستان بقیع میں سپرد خاک کئے گئے (۱)

۱۔ اسد الغابہ، ج ۲، ص ۲۱۹؛ تحفۃ الاحباب، ص ۱۱۰؛ تاریخ پیامبر اسلام، ص ۳۱۲، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۳؛ الاستیعاب، ج ۲، ص ۵۳۲ بتاریخ گزیدہ، ص ۲۱۴۔

زید بن ثابت انصاری

زید بن ثابت بن ضحاک، بعثت کے دوسرے سال مدینہ میں پیدا ہوئے۔ وہ قبیلہ مالک بن نجار، بنی خزرج سے تھے۔ ان کے والد جنگ بُعاث یعنی اوس و خزرج کی آخری جنگ میں قتل ہوئے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں وارد ہوئے، تو زید بن ثابت انصاری گیارہ برس کی عمر کے تھے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ورود پر زید بن ثابت انصاری نے اسلام قبول کر لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت پر مقرر ہو گئے۔

جنگ بدر و اُحد میں کم سن ہونے کی بنا پر جنگ میں شرکت کی اجازت نہ مل سکی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کی محبت کے بارے میں دیکھا تو پہلی فرصت میں جنگ بدر کے بعد اُس کی تعلیم کا بندوبست کیا گیا۔ جنگ بدر سپاہ اسلام کی فتح یابی پر ختم ہوئی ۔ مسلمانوں کے ہاتھوں جو اسیر ہوئے، ہر ایک کو اموال کے بدلے جیسے: اونٹ، بھیڑ، بکریاں وغیرہ، آزاد کر دیا۔ مگر جن اسیروں

کے پاس مال ومتاع نہ تھا، انھیں علم دینے اورتحریر سکھانے پر مامور کیا۔ اسیران بدر سے تعلیم حاصل کرنے والوں میں زید بن ثابت بھی تھے۔ اس طریقے سے زید نے نوجوانی سے ہی تعلیم حاصل کر لی اور تعلیم یافتہ مشہور ہو گئے۔اس وسیلہ سے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید سے فرمایا کہ: عبرانی طرز تحریر سیکھ لو اور لکھنے کے فن کو یاد کرلو۔اس نے حصول علم ودانش میں اپنا وقت صرف کیا ۔کہا جاتا ہے کہ اس نے خط عبری کو ۱۷دنوں میں سیکھ لیا۔

زید بن ثابت نے حفظ قرآن اور کتابت آیات الٰہی کا بیڑا اُٹھایا۔اسی بنا پر بہت جلد ''کُتّابِ وحی'' کے زمرے میں قرار پائے۔انس بن مالک سے نقل کیا گیا ہے کہ: زید بن ثابت اُن میں سے ہیں کہ جنھوں نے قرآن کریم کو حیات پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جمع کیا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کوئی آیت نازل ہوتی تو زید کو بلایا جاتا، آیات کو اُن کے سامنے بیان کیا جاتا، تو زید بن ثابت اُن آیات کو لکھتے اور اپنی یادداشت میں محفوظ کر لیتے۔وہ اس قدر قرآن اور اس کے سیکھنے پر ہمت باندھے ہوئے تھے کہ قرآن کریم سکھانے کی محافل ومجالس منعقد کرتے تھے۔جو ہر دس دن بعد ہوتی تھیں۔یہاں تک کہ جنگوں میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق اسیروں کو بھی قرآن مجید کی تعلیم

دیتے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان تمام کاموں میں اُسے شوق دلاتے، اس کے علاوہ آپؐ اُسے مسلسل علوم کے حصول اور دوسری زبانیں سیکھنے کا شوق دلاتے رہتے۔

زید بن ثابت غزوہ خندق وحنین، خیبر وتبوک میں خاص ذمہ داری تفویض کی گئی کہ مسلمانوں کی تعداد کا رجسٹر مرتب کریں۔ اور غنائم کی تقسیم مسلمانوں کے درمیان کرتے۔

واقدی لکھتے ہیں: غزوہ تبوک میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کے خاندانوں کے بزرگوں کو حکم دیا: پرچم اٹھا کر رکھیں جیسے کہ عرب کے دوسرے قبائل پرچم اُٹھائے ہوئے تھے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی مالک بن نجار کا پرچم عمار بن حزم کو دے کر آغاز کیا. جب زید بن ثابت انصاری پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور حاضر ہوئے تو پرچم بنی مالک بن نجار کو اس کے سپرد کیا عمار اس پر غمگین ہوئے اور عرض کیا: یارسولؐ اللہ ! ایسا تو نہیں کہ آپ مجھ سے ناراض ہو گئے ہوں؟

آپؐ نے فرمایا: نہیں خدا کی قسم، تم قرآن کو مقدم رکھتے ہو مگر وہ تم سے زیادہ قرآن کا عالم ہے اور قرآن انسان کو فضیلت اور برتری دیتا ہے ، اگرچہ کسی

بندے کی ناک ہی کیوں نہ کٹی ہوئی ہو۔

اس کے بعد دستور دیا تاکہ اوس وخزرج کے پرچم ان کے افراد کو دیئے جائیں جو دوسروں سے زیادہ قرآن جانتے ہوں۔

زید بن ثابت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد، خلفاء کے دور میں چند علمی وعملی عہدوں پر فائز رہے ، از جملہ حضرت عمر کے زمانے میں منصب ''دار الفتویٰ'' پر فائز تھے۔ اس زمانے میں تین بار ''امیر الحاج'' بنے۔

حضرت عثمان کے زمانے میں خزانہ داری کی ذمہ داری کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کی جمع آوری پر مامور ہوئے.

زید بن ثابت سے بہت سی احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل ہوئی ہیں۔ لیکن چونکہ عثمانی تھے اور زمان معاویہ میں دشمنِ حضرت علیؑ کی تائید کی اس لئے اہل تشیع اس کی روایات کو اہمیت نہیں دیتے۔

زید بن ثابت انصاری سال ۵۴ ہجری میں مدینہ میں وفات پائی۔ ابن عباس نے اس کے روز وفات کہا: اس طرح کا اہل علم لوگوں کے درمیان سے جدا ہو گیا آج دانش فراوان دفن ہو گئی(۱)

☆☆☆

۱۔ تذکرۃ الحفاظ، ج۱، ص۳۰؛ سیر اعلام النبلاء، ج۲، ص۴۲۶؛ الاستیعاب، ج۲، ص۵۳۷؛ صفۃ الصفوۃ، ج۱، ص۲۹۴؛ پیغمبر و یاران، ج۳، ص۸۷؛ تاریخ پیغمبر اسلام، ص۲۵۴، ۲۸۲، ۶۰۶؛ ترجمہ مغازی، ج۳، ص۷۶۳۔

سالم مولیٰ ابوحذیفہ

سالم مولیٰ ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ قریش سے تھے۔ وہ دراصل ایرانی تھے اور اصطخر (فارس) میں پیدا ہوئے تھے۔

اس کے سلسلۂ نسب کے بارے میں علم نہ ہوسکا۔ وہ مسلمانوں میں سالم من الصالحین سے معروف ہوگئے ۔بعض ان کو اس وجہ سے کہ پہلے وہ اوس کی ایک خاتون کا غلام تھا، انصار سے سمجھتے ہیں۔ اس کے آقا ابوحذیفہ نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی۔ احتمال یہ ہے کہ: وہ بعثت کے ساتویں یا آٹھویں سال ایمان لائے تھے۔ وہ ہجرت کے زمانے میں دوسروں سے حتّیٰ ابوحذیفہ اور حضرت عمر سے بھی زیادہ قرآن جانتے تھے، اس بنا پر اس سفر میں اُن کا لیڈر تھا۔

جیسا کہ کہا گیا ہے کہ سالم اوس کی ایک خاتون کا غلام تھا، لیکن نذر کی وجہ سے آزاد کردیا گیا اور ابوحذیفہ کے پاس آگیا، ابوحذیفہ نے اسے منہ بولے بیٹے کے عنوان سے قبول کرلیا۔

جب سالم مدینہ پہنچا تو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاذ بن ماعص

انصاری کا بھائی بنا دیا۔ ہجرت کے ساتویں مہینے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے سریہ حمزۃ بن ابیطالب میں شامل کر دیا۔ اس کے بعد سالم نے غزوہ بدر واُحد اور دوسرے تمام غزوات میں شرکت کی۔ جنگ اُحد میں ایک پتھر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی پر لگا تو خون چہرے پر جاری ہو گیا ۔ تو سالم نے تیزی سے بڑھ کر آپؐ کے چہرے مبارک سے خون کو صاف کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد، مسلمانوں کے ہمراہ سالم جنگ یمامہ میں شامل ہوا اس جنگ میں مہاجروں کا سردار اور پرچم دار تھا۔ جنگ شدید زور پکڑنے پر جب مسلمان فرار ہونے لگے تو سالم جذباتی ہو گئے اور کہا:

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہوتے تھے، ایسا نہیں کرتے تھے اس کے بعد ایک مورچہ بنایا اور اس میں کھڑے ہو کر شہادت تک جنگ کرتے رہے۔

ان کی عادت واطوار سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایمان قوی رکھتے تھے، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اسلام سے بہت محبت کرتے تھے۔

یہ جنگ ۱۲ ہجری میں واقع ہوئی تھی (۱)

☆☆☆

۱۔ الطبقات الکبریٰ، ب ا،ص ۱۶۱؛ المغازی، ترجمہ ڈاکٹر مہدوی ۱/۶، ۱۷۷۔

سعد بن ابی وقاص

پورا نام سعد بن ابی وقاص مالک بن وہیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرّہ، اور کنیت ابواسحاق تھی۔ بعثت سے ۱۷ سال پہلے مکہ میں پیدا ہوا۔

سال ۵۰ سے ۵۵ ہجری کے درمیان مقام عتیق مضافات مدینہ میں ، ۸۰ یا ۸۵ سال تک عمر کرکے، دنیا سے رخصت ہوئے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ حاکم شام نے زہر دلوا کر مروا دیا۔ ان کے جسد کو مدینہ منتقل کیا گیا اور بقیع میں سپرد خاک کیا گیا۔

سعد کوتاہ قد اور بھاری بھرکم جسم رکھتے تھے ۔ انگلیاں موٹی اور بالوں سے بھری ہوئی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوستوں کے درمیان خاص اہمیت اور بلند مقام کے حامل تھے ۔ ابھی سترہ سال سے زیادہ نہ تھے کہ اسلام لے آئے۔ سابقین اسلام اور نماز گزاروں میں سے تھے۔

ان دنوں مسلمان مکہ کے اطراف درّوں میں جاتے اور کم تعداد کی بنا پر وہاں نماز پڑھتے تاکہ مشرکوں کی نگاہوں سے محفوظ رہیں۔ ان ہی دنوں مشرکوں کے

ایک گروہ نے اُن کو دیکھ لیا اور بُرا بھلا دینے لگے ۔ ایک مختصر سی جنگ ہوئی، سعد نے اونٹ کی ہڈی، ایک مشرک کے سر پر دے ماری ۔ کہا جاتا ہے کہ اسلام کی حمایت میں سب سے پہلے کسی مشرک کا یہ خون زمین پر گرایا تھا۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، سعد کو اپنا ماموں کہتے تھے کیونکہ اُن کی ماں حمنہ دختر ابوسفیان بن اُمیہ بن عبد الشمّس اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ حضرت آمنہ علیہا السلام ایک ہی قبیلہ سے تھیں... مادرِ پیغمبر اکرمؐ، سعد کے والد کی چچازاد بیٹی تھی کہ ہر دو کا نسب عبد مناف بن زہرہ تک پہنچتا تھا۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سعد کی تعریف سب کے سامنے کرتے تھے اور اس طرح اُس کی غیرت اور محبت میں اضافہ ہوتا اور فرماتے: ماموں پر ایک طرح کی ذمہ داری ہے کہ جوانوں کو بلند کریں۔

مدینہ سے ہجرت کے بعد پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کا سعد بن معاذ کے ساتھ جو اوس کے بزرگوں میں سے تھے پیمان برادری باندھا ۔ اُن کو زمین دی تا کہ اپنے لئے گھر بنائیں۔

ماہ شوال اوائل ہجرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سریہ پر عبیدہ بن حارث بن مطلب کی کمان میں سعد کو بھی ہمراہ بھیجا ۔ کیونکہ ممکن تھا قریش کا ایک دستہ اطرافِ مدینہ پر حملہ آور ہو، اس سریہ میں تھا کہ سعد نے اپنی کمان سے

ایک تیر مشرکوں کی جانب چلایا۔ کہا جاتا ہے کہ اسلام کی حمایت میں یہ پہلا تیر تھا جو کمان سے نکلا۔

سعد بن ابی وقاص کو اس سریہ کے بعد، ۲۰/افراد کا سردار بنا کر قریش کے ایک کاروان کی جانب روانہ کیا لیکن وہ کارواں نہ ملا اس لئے مدینہ لوٹ آئے۔

جنگ بدر میں سعد سوار ہو کر اسلام کا دفاع کرتے رہے۔ اس غزوہ میں اُن کا بھائی عمیر بن ابی وقاص نو جوانی کی حالت مین درجہ شہادت پر فائز ہوا۔

اس جدائی سے سعد بہت غمگین ہوئے۔ اسی غزوہ میں سعد، قریش کے ایک اہم شخص سعید بن عاص بن امیہ کو قتل کرنے میں کامیاب ہوئے اور اس کا لباس اور شمشیر لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو درخواست کی کہ شمشیرِ سعید بن ابی وقاص کو، اُسے بخش دی جائے آپؐ نے اس کو قبول نہیں کیا بلکہ فرمایا: وہ میری نہیں ہے اور فرمان دیا کہ اس کو محل غنائم پر رکھ دو۔ اس کے بعد آیت نازل ہوئی جس میں انفال، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مختص کر دیا۔ سعد کو بلایا اور شمشیر کو اُسے بخش دی۔

غزوہ اُحد میں سعد بن ابی وقاص نے اپنی بے مثال دلاوری دکھائی۔ کافی زخم برداشت کئے، وہ اس جنگ میں تیر انداز تھے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بنا پر فرمایا: **ارم سعد! فداک ابی و امّی.** سعد تیر چلاؤ، میرے ماں

باپ تم پر فدا ہوں۔اس طرح اُس کی تعریف کی اور اس جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے حق میں دعا کی:

"اللھمّ سَدِّدْ رَمْیَتَهُ و اَجب دَعْوَتَهُ" یا اللہ! اُس کے تیر کو ہدف پر قرار دے اور اُس کی دعا قبول فرما۔بعد میں ایسا ہی ہوا اُس کا تیر ہدف پر پہنچتا اور دُعا مستجاب ہوتی۔

فتح مکہ پر مہاجروں کے سہ گانہ پرچموں میں سے ایک پرچم وہ اُٹھانے والے تھے۔فتح مکہ کے بعد سعد بن ابی وقاص مریض پڑ گئے، اسی بنا پر غزوہ حنین میں شامل نہ ہو سکے۔

جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ غزوہ حنین سے واپس آئے تو اُن کی عیادت کو گئے اور اُس نے یہ گمان کر رکھا تھا کہ ممکن ہے،اس مرض میں وہ دنیا سے رخصت ہو جائے گا،تو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ اپنے اموال کی کس طرح وصیت کرے ؟

آپؐ نے بتایا: زیادہ سے زیادہ ایک سوم ثروت کو راہ خدا میں انفاق کی وصیت کرے۔اور بقایا وارثوں کے لئے چھوڑ دے کیونکہ بہتر یہ ہے: اس کے بعد وہ چین سے زندگی بسر کریں اور فقر و فاقہ سے دچار نہ ہوں لیکن سعد زندہ رہے اور ایران سے، جنگ قادسیہ اور نہاوند کے فاتح قرار پا۔

رحلت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سعد بن ابی وقاص تابع خلفاء ہو گئے اس کو حضرت عمر بن خطاب کی شش نفری شوریٰ میں، خلیفہ کے چناؤ کیلئے شامل کیا گیا، جب کہ وہ حضرت علی علیہ السلام کے احترام کا قائل اوران کے فضائل کا معترف تھا۔ واقعہ مباہلہ، داستان غدیراور قرائت سورہ برائت، حضرت علیؑ کے بارے میں حدیثِ منزلت ۔۔۔۔اُسے خوب یاد تھیں، وہ اُن احادیث کونقل بھی کرتا تھا۔ اگر چہ وہ کبھی حضرت علی علیہ السلام کا طرفدار نہیں رہا۔

وہ نقل حدیث سے خوف بھی کھاتا تھا۔ کسی وقت اس سے پوچھا گیا کہ تم سے کوئی حدیث نہیں سنی؟ انہوں نے کہا: میں ڈرتا ہوں کہ ایک کلمہ کہوں اور تم اس پر صد کلمہ اضافہ کرلو(۱)

☆☆☆

۱۔ الطبقات الکبریٰ، ج ۳، ص ۹۷۔۱۰۵؛ پیغمبر و یاران، ج ۳، ص ۱۲۷؛ تاریخ پیغمبر اسلام، ص ۹۸۔۲۴۹۔

سعید بن زید

سعید بن زید بن عمرو بن نفیل بن عبد العزّیٰ بن ریاح بن عبد اللہ قبیلہ بنی عدی سے تھے۔ بعثت سے ۱۶/سال پہلے پیدا ہوئے تھے ۔ظہور اسلام کے وقت ، اس کے خاندان والے دین حنیف ابراہیمی پر اعتقاد رکھتے تھے۔

سعید بن زید جستجوئے حقیقت میں تھے، بت پرستی سے دُور تھے۔ کفار کی قربانی نہیں کھاتے تھے ۔ خدا کی وحدانیت کا یہی اعتقاد سبب بنا کہ بعثت کے ابتدائی سالوں میں بیس سال کی عمر میں اسلام قبول کرلیا، فاطمہ زوجہ سعید (خواہر حضرت عمر) بھی اسی زمانے میں اُس کے ساتھ مسلمان ہوگئی۔ یہ ایک تاریخی گواہی ہے کہ سعید بن زید کے سبب حضرت عمر بھی دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے۔ عمر بن خطاب اس گھر میں پہلی بار اسلام سے آشنا ہوئے۔

مورخین لکھتے ہیں کہ عمر بن خطاب، کمر سے شمشیر باندھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے کے ارادے سے نکلے اور آپؐ کی تلاش میں تھے۔

اُس سے پوچھا گیا کو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو کہاں قتل کرو گے؟ اگر

یہی ارادہ ہے تو پہلے اپنی ہمشیرہ کو اوران کے شوہر (سعید بن زید) کو قتل کرو کیونکہ اُنہوں نے اسلام قبول کرلیا ہے۔

پس عمر اپنی بہن اور بہنوئی کو قتل کرنے کے ارادے سے اُن کے گھر پہنچے۔اس وقت خباب ابن ارت وہاں موجود،سعید اوران کی زوجہ کو قرآن سیکھا رہے تھے.

عمر بن خطاب نے قرآن کی تلاوت سنی اور جب وارد ہوئے خباب چھپ گئے اور حضرت عمر کا اپنی بہن اور بہنوئی سے مباحثہ شروع ہوگیا آخر کار اُن دونوں نے اسلام لانے کا اظہار کردیا اوراس راہ میں، جانثار کرنے کو آمادہ ہوگئے خباب بن ارت سامنے آگئے، جب عمر نے ایسا دیکھا تو سوالات کرنے لگے ، قرآن پاک کی سورہ طٰہٰ کی آیات اُس کی ہمشیرہ کے ہاتھوں میں تھیں اُنھیں لے کر پڑھنا شروع کردیا،اس سے اُس کا دل نرم پڑ گیا اوراسلام کی طرف میل ورغبت حاصل کرلی اوراپنی شمشیر لئے،خباب کی راہنمائی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اوراسلام لے آئے۔

حقیقت یہ ہے کہ سعید بن زید کا گھر اور خاندان اسلامی شعار کا حامل تھا۔ان کے والداور والدہ دین حنیف پر اوراولین اسلام لانے والوں میں تھے ان کا گھر عمر بن خطاب کے اسلام قبول کرنے کا سبب بنا۔

یہ سب اس بات کی علامت ہے کہ سعید کا دل اور گھر اسلام سے بھرا ہوا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں تمام غزوات میں سعید بن زید نے شرکت کی۔

غزوہ بدر میں طلحہ بن عبید اللہ کے ہمراہ کاروان قریش کی خبر واطلاع کے حصول کے لئے مامور ہوئے تھے ۔گروہ شام چلا گیا اور جنگ کے خاتمے کے بعد مدینہ پلٹ کر آئے، اسی وجہ سے عملاً غزوہ بدر میں شریک نہ ہوسکے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ک نے اس جنگ کے غنائم سے اُن کا حصہ مقرر کر رکھا تھا۔

سعید بن زید خلافت امیر المؤمنینؑ کے انتخاب پر پہلے شخص تھے جنہوں نے آپؑ کی بیعت پر سبقت کی۔

سعید بن زید سے کافی تعداد میں احادیث نقل ہوئی ہیں اور کہا جاتا کہ آپ مستجاب الدعوۃ تھے ۔تقریباً ۸۰ سال کی عمر میں ۵۱ رہجری میں وفات پائی اور مدینہ میں سعد بن ابی وقاص کے پاس سپرد خاک کیا گیا(۱)

☆☆☆

۱۔ الطبقات الکبریٰ، ج۳،ص۲۷۹؛ الاستیعاب، ج۲،ص۶۱۴؛ تاریخ گزیدہ،ص۲۱۰؛ پیغمبرویاران، ج۳،ص۱۸۳؛ تاریخ پیامبر اسلام،ص۱۴و۹۸؛ حلیۃ الاولیاء، ج۱،ص۹۵؛ اسد الغابہ، ج۲،ص۳۰۶؛ تجرید اسماء الصحابہ، ج۱،ص۲۲۳؛ الاصابہ، ج۲،ص۴۶؛ سیرہ ابن ہشام، ج۱،ص۱۷۱؛ سیرہ اعلام النبلاء، ج۱،ص۱۲۴۔

سہل بن حُنیف

سہل بن حنیف بن واہب بن حکیم بن ثعلبہ مدینہ میں پیدا ہوئے، ان کے اسلام لانے کا وقت معلوم نہیں ہے لیکن اسلام کے اوائل کی جنگوں یعنی بدر و اُحد میں شریک ہوئے تو پھر کہہ سکتے ہیں کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ورود مدینہ کے دنوں میں اسلام لائے ۔ احتمال قوی یہ ہے کہ وہ مصعب بن عمیر کے ہاتھوں پر مسلمان ہوئے۔

سہل بن حنیف، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخلصانہ محبت رکھتے تھے اور مرد شجاع تھے۔ ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس پر خاص عنایت رکھتے تھے۔

جنگ اُحد میں بہت کم افراد ایسے تھے جو لشکر اسلام کی پسپائی پر نہیں بھاگے اور پائیدار رہے یہ بھی اُن میں شامل تھے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت میں کہا گیا ہے کہ جو تیر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب آ رہے تھے، اُنھوں نے بہت ہی مہارت سے اُن کا

رُخ موڑ دیا۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: سہل کو تیر دیتے رہو کیونکہ وہ ایک ماہر تیر انداز ہے، تیراندازی اس کے لئے آسان ہے

کہا گیا ہے کہ جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ اُحد کے بعد گھر واپس پلٹے اور جناب فاطمہ علیہا السلام، آپؐ کے چہرے اور سر کو دھونے کے لئے پانی لائیں تو حضرت علی علیہ السلام نے حضرت فاطمہؑ سے فرمایا: اس شمشیر نے آج میرے ساتھ وفا کی ہے لے لو، اس ہنگام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا:

''ان کنت احسنت،فلقد احسن سهل بن حنيف و ابو د جا جه ''

اگر تم نے خوب دفاع کیا ہے تو سہل بن حنیف اور ابو دجاجہ نے بھی اچھا دفاع کیا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ نضیر کی فتح کے بعد غنائم کی تقسیم میں انصار کے دو افراد کو غنیمت کی تقسیم میں خصوصیت دی۔ ان میں سے ایک سہل بن حنیف تھے۔

سہل بن حنیف حضرت علی علیہ السلام کے محبوں اور جانثاروں میں شامل تھے. اور جب حضرت علی علیہ السلام نے بصرے جانے کا قصد کیا تو سہیل بن حنیف کو اپنی جگہ مقرر کیا۔

سہل بن حنیف، جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کی سپاہ میں شمشیر زن

رہے اور آپؑ کی خلافت میں فارس کے حاکم مقرر کیے گئے۔

انہوں نے ۳۸ ہجری میں وفات پائی اور حضرت علی علیہ السلام نے اُن کی نماز جنازہ ادا کرائی (۱)

☆☆☆

شمّاس بن عثمان مخزومی

شمّاس بن عثمان بن شرید بن ہرمی بن عامر بن مخزوم قریش مخزومی، سال ۲۲ عام الفیل میں پیدا ہوئے اُن کا نام عثمان تھا مگر وہ قریش کے جوانوں میں آفتاب جیسے روشن چہرے سے مشخص تھے اسی وجہ سے انہیں شمّاس کا لقب دیا گیا۔

شمّاس نے ۱۸ سال کی عمر میں بعثت کے پہلے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ک کی دعوت پر لبیک کہا اور تمام شکنجوں اور آزار کو برداشت کیا۔ ایک عرصے کے بعد جب دشمنوں کی اذیت حد سے تجاوز کر گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے فرمان پر مکہ ترک کیا، اور حبشہ چلے گئے۔ کچھ عرصے بعد حبشہ سے لوٹ آئے اور

۱۔ اسماء الصحابۃ الرواۃ، ص ۹۱؛ الاصابہ، ج ۲، ص ۹۲؛ اسد الغابہ، ج ۲، ص ۳۶۴؛ شذرات الذہب، ج ۱، ص ۴۸؛ تجرید الاسماء الصحابہ، ج ۱، ص ۲۴۳؛ سیر اعلام النبلاء، ج ۲، ص ۳۲۵؛ المعارف، ص ۲۹۹؛ الوافی بالوفیات، ۱۶/۷ الثقات، ج ۳، ص ۱۶۹؛ الاعلام، ج ۳، ص ۱۴۲؛ الاستیعاب، ج ۲، ص ۶۶۲؛ تہذیب التہذیب، ج ۴، ص ۲۵۱؛ الطبقات الکبریٰ، ج ۲، ص ۵۸ و ۲۲۳۔۳۱؛ ۸۳/۵، و ۲۵۰؛ ۲۳۹/۸

دوسری بار مسلمانوں کے ایک گروہ کے ساتھ یثرب کی جانب ہجرت کی اور مبشّر بن منذر کے گھر قیام کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شمّاس اور حنظلہ بن ابی عامر میں پیمان اخوت قرار دیا۔ شمّاس نے غزوہ بدر میں مشرکوں کو بہت بھاری نقصان پہنچایا۔

غزوہ اُحد میں وہ پرچم دار تھے۔ جب مسلمانوں نے اس جنگ میں شکست کھا کر راہ فرار اختیار کی تو وہ اُن جانثاروں میں شامل تھے جو محکم کوہ کی مانند مشرکوں کے سامنے جم گئے، دائیں بائیں سے دشمنوں پر حملے کیئے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے شمّاس کو دیکھا، وہ نہایت شجاعت وشہامت سے لڑائی میں مشغول تھا۔ شمّاس نے اس جنگ میں محکم اور مضبوط انداز سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دشمن کی شمشیروں کی ضربات مسلسل ان کے بدن پر وارد ہو رہی تھیں، دشمن کے تیر مزید اُس کے بدن کو زخمی کر رہے تھے بالآخر تھکاوٹ اور زخمی ہونے کی بنا پر بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنی ڈھال کو اُس کے جسم پر رکھا تاکہ اُس کی حفاظت کی جا سکے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان پر اُس کے زخمی جسم کو مدینہ لائے اور خانہ امّ سلمٰی لے کر گئے، اس جگہ پر ایک شب وروز کے بعد ۳۴ سال کی عمر میں

درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کے بدن کو اپنے اصحاب کے ہمراہ اُحد میں منتقل کیا، اور اسی لباس میں، جو اُس کے تن پر موجود تھا، سپرد خاک کیا(۱)

☆☆☆

شیبۃ بن عثمان

شیبۃ بن عثمان بن ابی طلحہ بن عبداللہ بن عبدالعزّیٰ حاجبی کنیت ابوصفیہ، بنی عبدالدار قریش سے تھے۔ وہ مکہ میں پیدا ہوئے، مصعب بن عمیر کی بہن کے فرزند تھے۔ ان کے والد جنگ اُحد میں حضرت علیؑ کے ہاتھوں مارے گئے۔ اس بناپر اسلام کا کینہ دل میں رکھتے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو اسے بلایا اور خانہ کعبہ کا کلید بردار قرار دیا۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے فرمایا: اے شیبہ! تو امانت دار خدا، اس کے خانہ پر ہو، یہ چابی لو کہ تمہارے خاندان میں پردہ داری کعبہ نسل در نسل رہے گی۔ اس وقت سے نگہبانی حرم اس کے حصّہ پر آئی اور رفتہ رفتہ ''حاجب الکعبہ'' کے نام سے شہرت

۱۔ السیرۃ النبویہ ج ۲، ص ۴-۵؛ السیرۃ النبویہ ابن کثیر ج ۲، ص ۳۳۹؛ الطبقات الکبریٰ، ج ۲، ص ۲۴۵؛ اسد الغابہ، ج ۳، ص ۲۷۳؛ المغازی ج ۱، ص ۲۵۷ و ۳۰۰؛ نسب قریش، ص ۳۴۲؛ الاعلام ج ۳، ص ۱۷۵؛ انساب الاشراف ج ۶، ص ۲۳۶؛ تجرید اسماء الصحابہ ج ۱، ص ۲۵۹؛ قاموس الرجال ج ۵، ص ۸۷؛ تاریخ الخمیس ج ۱، ص ۵۰۱؛ المعارف ص ۱۶۰؛ تنقیح المقال ج ۲، ص ۸۸

حاصل کی۔

ایک وقت جب شیبہ مجلس پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے تو بیٹھنے کی جگہ اپنے لئے نہ پا سکے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلند آواز سے فرمایا: جو بھی اس شخص کے لئے جو مجلس میں آیا ہے، جگہ بنائے گا، تو وہ بہشت میں اپنی جگہ دیکھے گا۔

اس تمام عنایات کے باوجود اس کا کینہ اسلام اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ختم نہ ہوسکا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ حنین کیلئے شہر سے باہر نکلے تو شیبہ بھی آپؐ کے ساتھ عازم نبرد ہوا لیکن اس نے نیت کر رکھی تھی کہ مناسب موقع ملنے پر، آپؐ پر حملہ آور ہو کر قتل کرے گا. جب اس منصوبے پر عمل کرنے کا مناسب موقع ملا اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ کرنے کے لئے آمادہ ہوا لیکن پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کے منصوبے کا علم ہوگیا اور اُسے مخاطب کر کے، اپنے قریب بلایا۔

اسی لمحہ ایک عجیب وحشت نے شیبہ کو جھنجوڑ کر رکھ دیا، اُس کے اُوپر ایسا لرزہ طاری ہوا جسے چھپا نہ سکا، یہ صورتِ حال دیکھ کر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست مبارک اُس کے سینے پر رکھا اور فرمایا: یہ کمزوری، شیطان کی وجہ

سے تھی۔اس طرح سے شیبہ کے دل کو آرام نصیب ہوااور دیرینہ کینہ، ایمان میں تبدیل ہو گیا.اس دن شیبہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور کفار سے جہاد کیا اور اُن میں شامل ہو گیا جو پوری طاقت وتوانائی سے دشمن کا مقابلہ کرتے ہیں۔

شیبہ خود کہتا ہے: میں نے غزوہ حنین میں قصد وارادہ کر رکھا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کروں۔اُن کے نزدیک اسی مقصد سے گیا تھا۔ قریب تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ کروں، ناگاہ ایک بجلی کی کڑک پیدا ہوئی اور میں ڈر کر پیچھے ہٹ گیا۔پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے دیکھا اور اپنے پاس بلایا اور اُنہوں نے اپنے دست مبارک کو میرے سینے پر رکھا، میں نے اپنا سر بلند کیا اور میری نگاہیں،آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمالِ نبوت پر رُک گئیں۔

اوراب اپنے آپ سے زیادہ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتا ہوں۔شیبہ جب تک زندہ رہا خانہ کعبہ کا کلید دار اور حاجب بنا رہا۔

انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایات بھی نقل کی ہیں۔سال ۵۹ ہجری میں بیماری کے سبب مکہ میں وفات پائی اور اسی جگہ سپرد خاک کیا گیا۔ کہا گیا ہے کہ اس وقت ان کی عمر ۵۸ سال تھی۔لیکن اس کی تاریخ سے تصدیق

نہ ہوسکی، البتہ، غزوہ حنین میں اُس کی عمر ۱۵ سال تھی جس کی وجہ سے جنگ میں شرکت کی اجازت ملی اور بُری نیت کے دُور ہونے کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مل کر مشرکوں سے نبرد آزما رہا (۱)

☆☆☆

صہیب بن سنان

صہیب بن سنان بن مالک بن عبد عمرو بن عقیل بن عامر، المعروف بہ رومی، بنی نزار سے تھے اور پچیس سال قبل از بعثت، موصل عراق میں پیدا ہوئے۔

معلوم ہوتا ہے کہ صہیب کے والد سنان، کسریٰ ایران کی جانب سے سرزمین اُبُلہ پر حکمران رہے. ایران وروم کی جنگوں میں سے ایک جنگ میں صہیب بچپن میں اسیر ہوگیا اور روم میں لے جایا گیا اور وہاں جوان ہوا۔ آخر کار قبیلہ بنی کلب کے تاجروں نے اُسے دوسرے رومی غلاموں کے ساتھ خریدا اور اُسے مکہ لے آئے۔ مکہ میں عبداللہ بن جدعان نے، جو ایک وسیع القلب آدمی تھا

۱۔ سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۱۲؛ الوافی بالوفیات، ج ۱۶ ص ۲۰۱؛ الاستیعاب، ج ۲ ص ۱۲۷؛ اسد الغابہ، ج ۳ ص ۷؛ الاصابہ، ج ۲ ص ۱۶۱؛ شذرات الذہب، ج ۱ ص ۶۵؛ الثقات، ج ۳ ص ۱۸۶؛ تجرید اسماء الصحابہ، ج ۱ ص ۲۶۱؛ الطبقات الکبریٰ، ج ۵ ص ۴۴۸؛ الجرح والتعدیل، ج ۴ ص ۳۵؛ تہذیب الکمال، ج ۱۲ ص ۶۰۴؛ تہذیب التہذیب، ج ۴ ص ۳۷۶؛ تقریب التہذیب، ج ۱ ص ۳۵۷؛ التاریخ الکبیر، ج ۴ ص ۲۴۱؛ الکامل فی التاریخ، ج ۲ ص ۲۶۳۔

صہیب رومی کو خریدا اور آزاد کر دیا۔ اس نے مکہ میں رہنا پسند کیا، کاروبار شروع کر دیا تدریجاً متوسط ثروتمند بن گیا۔

کہا گیا ہے: اس کا قد متوسط، کمر وغیرہ پر سرخی مائل بال، ایک ماہر تیرانداز تھا صہیب ۲۵ سال کی عمر میں ارقم کے گھر جو اُن دنوں مسلمانوں کی پناہگاہ اور اکٹھے ہونے کی جگہ تھی، خدمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پہنچے اور اسلام لے آئے .ایک دن صہیب رومی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جانے کا قصد کیا، عمار بن یاسر بھی یہ ہی ارادہ کر چکے تھے۔ جب صہیب، ارقم کے گھر پہنچے تو عمار کو دیکھا کہ وہ بھی اذن دخول کے منتظر ہیں۔ عمار نے صہیب سے استفسار کیا، کس کام کے لئے آئے ہو؟ صہیب نے یہی سوال عمار سے کیا۔ عمار نے کہا، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملنے کی خاطر آیا ہوں۔ صہیب رومی نے کہا: میرا بھی یہی ارادہ ہے۔ پس ہر دو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے، اور ایمان لے آئے۔ ایمان لانے کے بعد صہیب بھی، قریش کے آزار واذیت برداشت کرتا رہا ۔معلوم یہ ہوتا ہے کہ ہجرت مدینہ تک صہیب مکہ میں رہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کا حکم دیا اور خود یثرب کے لئے عازم ہوئے تو صہیب بھی مدینہ چلے آئے۔

ابن ہشام کی روایت کے مطابق جب صہیب نے قصد ہجرت کیا تو کفار قریش

نے آپ کا راستہ روکا اور کہا کہ ایک غلام ناچیز اور بدبخت بن کر، ہمارے شہر میں آیا تھا اور مال دار بن گیا اور چاہتا ہے کہ مال وجان کو سلامتی سے لے جائے؟ یہ ناممکن ہے۔صہیب نے کہا کہ اگر اپنا مال تمہیں دے دوں، تب جانے دو گے؟ اُنہوں نے مثبت جواب دیا۔صہیب نے کہا کہ جو کچھ میرے پاس ہے تمہارے لئے چھوڑتا ہوں۔اس طرح سے اپنے مال سے ہاتھ اُٹھالیا اور مدینہ کا راستہ لیا۔

ایک اور روایت کے مطابق جب کفار قریش نے صہیب کا راستہ روک لیا تو انہوں نے تیر کو چلہ کمان پر رکھا اور کہا: تم سب جانتے ہو کہ میں تیراندازی میں مہارت رکھتا ہوں.اگر مجھ سے مقابلہ کیا تو اپنے آخری تیر تک تمہاے سامنے ڈٹا رہوں گا اور اس کے بعد شمشیر سے مقابلہ کروں گا ، اگر دُور ہو گئے تو اپنا اموال تمھارے حوالے کردوں گا۔

قریش اس معاملے سے راضی ہوگئے اور اُس نے مدینہ کی راہ لے لی۔کہا گیا ہے کہ:جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی اطلاع ملی تو آپؐ نے دو بار فرمایا:صہیب نے اس معاملے میں فائدہ حاصل کیا ہے۔

صہیب رومی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بمقام قبا میں ملاقات کی اور اُس وقت حالت یہ تھی کہ آنکھوں میں درد تھا اور سخت بھوک میں مبتلا تھے۔ وہ خود کہتے ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوا تو

دیکھا کہ آپؐ کے پاس کھجوروں کا ظرف رکھا ہوا ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوت دی، میں سخت بھوکا تھا، تیزی سے کھجوریں کھانا شروع کر دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری آنکھوں کے درد سے آگاہ تھے اور کھجوریں کھاتے ہوئے دیکھ رہے تھے. آپؐ نے فرمایا: تم کیسے آنکھوں کے درد کے ساتھ کھجوریں کھا رہے ہو؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! میں کھجوروں کو سالم آنکھوں سے کھا رہا ہوں۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے مسکرائے، کہ آپؐ کے تمام دانت نظر آنے لگے۔

مدینہ میں ورود اور قیام کے بعد، آپؐ نے صہیب اور حارث بن صمّہ کے درمیان بھائی چارہ قرار دیا۔ جب مسلمانوں سے کفار نے جنگیں کیں تو انہوں نے تمام غزوات میں اسلام کا دفاع کیا۔ جنگ بدر میں عثمان بن مالک بن عبید اللہ بن عثمان کو جو مشرکوں میں سے تھا، قتل کیا۔ غزوہ بنی نضیر کے بعد پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صہیب کی فدا کاریوں کی بنا پر، ضراطہ نامی دیہات جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خالص ملکیت میں تھا، صہیب کو بخش دیا۔

صہیب رومی نے ۳۸ ہجری میں ۶۷ سال کی عمر میں وفات پائی اور قبرستان بقیع میں سپرد خاک کر دیا گیا(۱)

۱۔ الطبقات الکبریٰ، ج ۳، ص ۲۲۶؛ الاستیعاب، ج ۲، ص ۲۶۷؛ الاصابہ، ج ۲، ص ۱۹۵-۱۷۴؛ المعارف، ص ۲۶۴؛ سیرہ بن ہشام، ج ۱، ص ۲۷۹؛ تجرید اسماء الصحابہ، ج ۱، ص ۲۶۸؛ سیر اعلام النبلاء، ج ۲، ص ۱۷؛ صفۃ الصفوہ، ج ۱، ص ۱۶۹؛ حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۱۵۱؛ تحفۃ الاحباب، ص ۱۴۸؛ رجال حول الرسول، ص ۱۶۱ تاریخ پیامبر اسلام، ص ۱۲۸ و ۲۰۸؛ پیغمبر و یاران، ج ۴، ص ۳۰۔

طلحہ بن براء

طلحہ بن براء بن عمر بن وَبَرَ ثعلبہ، پاک اعتقاداور مدینہ کے جوشیلے جوانوں میں سے تھے۔اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دل وجان سے چاہنے والے تھے.رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان میں ایسے مضبوط تھے کہ ان کی خاطر ہر طرح کے رشتے اور تعلقات قربان کرنے کو تیار تھے.بزدیک ترین کے سامنے بھی تلوار کھینچ لیتے تھے۔

طلحہ کے سال ولادت کا صحیح علم نہیں ہے،صرف اتنا ہی معلوم ہے کہ ہجرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابتدائی سالوں میں جو مدینہ میں گزارے یا شاید اس سے پہلے،مصعب بن عمیر کے وسیلے سے اپنے ہمراہ والدین کو لائے۔ کہا گیا ہے :رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ کے ایک کوچے سے گزر رہے تھے کہ اچانک ایک نوجوان آپؐ کے سامنے آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں پر گر گیا اور ان کے بوسے لئے ۔ اس کے بعد کھڑے ہوا اور مشتاقانہ عرض کیا، یارسول اللہؐ! وہ جو آپ حکم دیں، میں بجالانے کے لئے تیار

ہوں۔ ہرگز نافرمانی نہیں کروں گا۔

حضرتؐ اس جوش وجذبے سے خوش ہوئے اور فرمایا : اپنا ہاتھ بڑھاؤ تاکہ بیعت کرو، اس نے کہا کس چیز پر؟ آپؐ نے فرمایا:

اسلام کے لئے اور یہ کہ اب جاؤ اور اپنے والد کو قتل کر کے، میرے پاس واپس آجاؤ۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو تین بار تکرار فرمایا۔ طلحہ جھجکے مگر پھر بیعت کر کے حکم کی تعمیل کے لئے چل پڑے۔ ابھی چند قدم ہی دُور گیا تھا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے آواز دی اور فرمایا: اے طلحہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے قطع رحم کے لئے نہیں بھیجا۔ ہمارے دین میں قطع رحم حرام ہے۔ اسلام شک وتردید کو جائز نہیں جانتا۔ طلحہ خوشحال ہو گیا۔ اُس وقت جو اُسکے پاس گھوڑا تھا، اُسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تاکہ جہاد کے زمانے میں اس سے استفادہ کیا جاسکے، اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کے لئے طلب خیر کی دعا مانگی۔

کچھ دنوں بعد طلحہ شدید مریض ہوا اور قریب المرگ ہو گیا۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی عیادت کی اور واپسی پر اپنے اصحاب سے کہا کہ : طلحہ موت کے نزدیک ہے، وہ اس بیماری میں مر جائے گا، اگر ایسا ہوا تو فوراً مجھے مطلع کرنا تاکہ اُس کی تشییع جنازہ کروں۔

طلحہ نے وصیت کی کہ اگر رات کو میری موت آجائے تو مجھے اُسی وقت دفن کر دینا، اور خدا کے حوالے کرنا۔ خبردار! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع نہ دینا اس لئے کہ میں ڈرتا ہوں کہ یہودی تاریکی شب کو غنیمت جان کر کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نقصان نہ پہنچائیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صبح مطلع کرنا اور میرا اسلام عرض کر دینا اور کہہ دینا کہ میرے لئے طلب مغفرت کریں۔

طلحہ کا انتقال رات کو ہوا اور اُسے رات ہی دفن کو کر دیا، صبح کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دی. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ اہل مدینہ کے ہمراہ اُس کی قبر پر پہنچے، اُس کیلئے نماز پڑھی اور طلب مغفرت کی۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کے لئے اپنے ہاتھوں کو آسمان کی جانب کیا اور کہا: **اللهم القِ طلحةَ و اَنتَ تضحُکُ الیه وَ هُوَ یضحَکُ الیکَ.**

پروردگارا! طلحہ سے خوشحالی سے ملاقات کرا اور وہ تجھے دیکھ کر خوشحال ہو جائے طلحہ سے روایات نقل کی گئی ہیں۔ تاریخ بتاتی ہے کہ ہجرت سے چند سال یا چند ماہ بعد طلحہ دنیا سے رخصت ہو گئے (۱)

۱۔ الطبقات الکبریٰ، ج۴، ص۳۵۴؛ الاصابہ، ج۲، ص۲۲۶؛ الاستیعاب، ج۲، ص۷۶۳؛ اسد الغابہ، ج۳ ص۵۷؛ المعجم الکبیر، ج۸، ص۳۷۲؛ کنز العمال، ج۷، ص۵۰؛ مجمع الزوائد، ج۹، ص۳۹۵؛ حیاة الصحابہ، ج۲، ص۳۴۱۔

طلیب بن عمیر

طلیب بن عمیر بن وہب بن کثیر بن عبد بن قصّی ،رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پھوپھی کے بیٹے تھے۔ وہ بعثت سے ۱۰سال پہلے مکہ میں پیدا ہوئے ۱۳رسال کی عمر میں ارقم بن ابی ارقم کی منزل پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔

کہا گیا ہے کہ اسلام لانے کے بعد اس نے اپنی والدہ کو اس سے مطلع کیا، یہ سننے کے بعد اس کی ماں نے اسے شاباش دی اور کہا: سزاوارترین کام یہی ہے کہ تم اپنے ماموں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کرو ، اگر مجھ میں طاقت ہوتی، تو ضرور اُن کی مدد کرتی اور دشمن کی آزار واذیت کے مقابل دیوار ہو جاتی۔ طلیب نے اپنی والدہ سے ایمان لانے کی درخواست کی اور کہا کہ آپ کے بھائی حمزہ بھی مسلمان ہو چکے ہیں۔اس کی والدہ نے کہا کہ میں اپنی بہنوں کے انتظار میں ہوں کہ وہ کیا کرتی ہیں؟ کیونکہ میں ان میں سے ایک ہوں ۔ طلیب نے اپنی والدہ کو قسم دی کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جا کر اسلام قبول کریں اور ان کی رسالت کی تصدیق کریں اور خدا کی یگانگت کی گواہی دیں۔

بالآخر طلیب کی ماں، طلیب کے اصرار پر اسلام لے آئیں اور اس کے بعد مدافعان اسلام کی صف میں شامل ہو گئیں اور اپنی اولاد کو نصیحت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت کریں۔

طلیب بن عمیر نے دو بار ہجرت کی۔ سب سے پہلے مکہ سے حبشہ، اور اس کے بعد مکہ سے مدینہ ہجرت کی۔ وہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبّ و مددگار تھے۔

اسلام کی ابتدائی جنگوں میں شریک رہے جب مکہ میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوت دی تو اس پر وہ اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں: ایک دن مکہ کے ایک کوچہ سے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزر رہے تھے کہ عوف بن صبرہ سہمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ مقدس میں گستاخی کی۔ میں نے سنا تو تاب نہ لا سکا۔ میں نے اس کے سر پر ایک ضرب رسید کی، اس کے سر سے خون جاری ہو گیا۔ کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت میں یہ پہلا خون تھا جو زمین پر گرایا گیا۔

طلیب ۳۵ سال کی عمر میں ۱۳ ھجری میں جنگ اجنادین میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے (۱)

۱۔ الطبقات الکبریٰ، ج ۳، ص ۱۲۳؛ الاستیعاب، ج ۲، ص ۲۷۷؛ پیغمبر و یاران، ج ۴، ص ۴۳؛ اسد الغابہ، ج ۳، ص ۶۵ الاصابہ ج ۲، ص ۲۲۳؛ تجرید اسماء الصحابہ، ج ۱، ص ۲۷۹۔

عبداللہ بن اُنیس

عبداللہ بن انیس جُہَنی انصاری ،اور کنیت ابو یحیٰ تھی.اطراف مدینہ میں جُہنیہ نامی جگہ پر پیدا ہوئے۔وہ بنی سلمہ کے حلیف تھے۔عبداللہ، بعثت کے تیرہویں سال عقبہ دوم میں اسلام لائے اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔اس نے غزوہ بدر، اُحد اور دوسرے تمام غزوات میں شرکت کی۔ اور اکثر سرایہ میں بھی حاضر رہے۔اپنی شجاعت و بے باکی کا مظاہرہ کیا۔عبداللہ اُن مسلمانوں میں سے ہے کہ جنہوں نے دو قبلوں کی جانب نماز پڑھی۔ مدینہ سے اُن کے علاقے کا فاصلہ زیادہ تھا۔اس لئے ان کو مہاجروں میں شمار کیا جاتا ہے

اس نے صُفہ مسجد میں جگہ لے رکھی تھی،اس لئے ان کو اصحاب الصفہ کہتے ہیں وہ ان میں سے ہیں کہ ابتدائے اسلام سے ہی ایمان لانے پر، بنی سلمہ کے بتوں کو توڑ دیا۔پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ بن انیس کی ہمت وطاقت کی بنا پر،اسے اہم ذمہ داری کے فرائض انجام دینے پر مامور کیا۔

جب سفیان بن خالد ھذ لی لحیانی نے بمقام عرنہ پر پہنچے اور لوگوں کو رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف جنگ پر بھڑکایا، تو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ و سلم نے عبداللہ بن انیس کو بلایا اور سفیان بن خالد کے قتل کا فرمان دیا ۔عبداللہ نے اس اہم عمل کی ذمہ داری قبول کی اور اس کے جانب روانہ ہوگئے ۔مناسب فرصت پا کر اُسے قتل کردیا، اُس کے اطرافی بھاگ کھڑے ہوئے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سریہ پر عبداللہ بن انیس کے ہمراہ چار افراد کو جو خزرج سے تھے، عبداللہ بن عتیک کی سرکردگی میں ، ابورافع سلام بن ربیع بن ابی الحقق کو قتل کرنے کے واسطے، جس نے جنگ خندق میں احزاب کو، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف بھڑکایا تھا اور اس شورش میں اس کا کردار بہت اہم تھا، خیبر کی جانب بھیجا۔

یہ مسلمان مخفی طریقہ سے میں قلعہ میں داخل ہوگئے اور ابورافع کے گھر تک رسائی حاصل کرلی۔ اور اس کو بستر پر شمشیر کی چند ضربوں سے ہلاک کردیا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں واپس پہنچے، تو اس کے قتل کی داستان سنائی۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سرفراز رہو، انہوں نے کہا: یارسول اللہؐ! سرفرازی آپؐ کے ساتھ رہے۔ ابورافع کو قتل کرنے کا ہر ایک دعویٰ کررہا تھا؟ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنی اپنی شمشیروں کو لے آؤ ۔

جب شمشیریں آ گئیں تو اُن شمشیروں کو دیکھا ۔ جب عبداللہ کی تلوار کو دیکھا تو اشارہ کیا ''اس تلوار سے اُس کو قتل کیا گیا ہے کیونکہ اس پر قتل کے اثرات دیکھے جا سکتے ہیں''

خیبر کے یہودیوں نے ابورافع کے قتل کے بعد یُسیر بن رزام کو رہبری کا منصب دے دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہودیوں کی تمام حرکات پر نظر رکھے ہوئے تھے ،عبداللہ بن رواحہ کو مخفی طور پر تحقیق و معلومات کے حصول کے لئے خیبر روانہ کیا۔

جب رواحہ خیبر سے واپس ہوئے اور مطلوبہ معلومات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کیا۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ، یہودیوں کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے مسلمانوں کو طلب کیا ۔ تیس افراد از جملہ عبداللہ بن انیس اس کے لئے آمادہ ہو گئے ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ بن رواحہ کو اُن پر رئیس بنایا اور یُسیر کے پاس بھیجا ۔ وہ یُسیر کے پاس پہنچے اور اس سے وعدہ کیا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤ گے تو خیبر کی سرداری تمہیں دے دی جائے گی اور اس کے ساتھ حُسن سلوک کیا جائے گا۔

یُسیر اس لالچ میں تیس یہودیوں کو لے کر مسلمانوں کے ساتھ مدینہ روانہ ہوا لیکن مقام قرقرہ تبار پر پشیمان ہوا، اور اس نے دوبارہ عبداللہ بن اُنیس کی شمشیر

چھین لینے کی کوشش کی لیکن ہر دو بار عبداللہ نے ہوشیاری سے کام لیا اور اپنے آپ کو اُس سے بچالیا۔ پھر مناسب موقع پا کر یُسیر پر حملہ کر دیا، اور اس کی ران پر ایک ایسی ضرب لگائی کہ اس کو کاٹ دیا، یُسیر نے اپنی لاٹھی جو اس وقت اس کے ہاتھ میں تھی، عبداللہ بن انیس کے سر پر ماری جس سے اس کا سر زخمی کر دیا۔ اس کے بعد، وہ دو گروہ ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے۔ یہودی ایک کے علاوہ جو بھاگ گیا تھا، سب مارے گئے۔ کوئی بھی مسلمان اس سریہ میں ہلاک نہ ہوا۔ اور سب سالم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور آپؐ نے عبداللہ بن اُنیس کے زخمی سر کا معالجہ کیا۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ اس اہم مہم میں اُس کی کامیابی کے بعد پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے عصا عطا فرمایا۔

عبداللہ خود کہتے ہیں کہ: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی تو آپؐ نے فرمایا: تمہارے چہرے سے فتح یابی کا پتہ چل رہا ہے۔ عرض کیا، ہاں اُس کو قتل کر دیا ہے پس پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرا ہاتھ تھام کر اپنے گھر میں لے گئے، عصا مجھے دیا اور فرمایا: یا بن اُنیس! اس عصا کو اپنے پاس رکھو۔ جب وہ واپس پلٹا تو لوگوں نے سوال کیا، اس عصا کا فائدہ کیا ہے؟ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہؐ! اس

عصا کو کس مقصد کی خاطر مجھے دیا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: یہ عصا قیامت کے دن تمہارے اور میرے درمیان ایک علامت ہے۔عبداللہ بن اُنیس نے اس عصا کو اپنی موت تک اپنے پاس رکھا اور وصیت کی کہ اس کو کفن میں رکھا جائے۔

عبداللہ بن اُنیس صرف جنگجو ہی نہ تھے بلکہ اہل علم وعبادت گذار بھی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہت سی روایات ان کے حوالے سے نقل کی گئی ہیں۔

اُن سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہؐ! میرا گھر دُور ہے اور پسند کرتا ہوں کہ ماہ رمضان کی شب داری میں آپؐ کی ہمراہی سے محروم نہ رہوں۔آنحضرتؐ نے فرمایا:

ماہ رمضان کی ۲۳ ویں شب، مدینہ آنا۔

جابر بن عبداللہ انصاری سے نقل کیا گیا ہے کہ: ایک روایت عبداللہ بن انیس سے نقل کی گئی ہے جو میں نے نہیں سنی تھی۔ اس لئے اس کے سننے کے لئے شام کی راہ لی۔ایک ماہ کے بعد شام پہنچا اور عبداللہ کے گھر گیا۔ جب دروازے پر دستک دی تو اس کے خدمت کار نے دروازہ کھولا اور پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ میں نے کہا کہو جابر بن عبداللہ انصاری ہے۔عبداللہ تیزی سے باہر آگئے، مجھے

گلے لگایا اور اندر لے گئے خوب آؤ بھگت کی اور پوچھا کہ کس لئے یہاں آنا ہوا؟

حدیث مظالم تمہارے وسیلہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کی گئی ہے اور میں نے نہیں سنی۔ خوف لاحق ہوا کہ میں یا تم دنیا سے کوچ کر جاؤ اور میں اُسے تمہاری زبان سے نہ سن سکوں۔

عبداللہ نے کہا کہ کیوں نہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ اُنہوں نے فرمایا: قیامت کے دن لوگ برہنہ، خالی ہاتھ اور گونگے محشور ہوں گے۔ اُن کو ایسے آواز دی جائے گی کہ اہل محشر دُور و نزدیک والے سب سنیں گے۔ منادی کہے گا: کہ میں بادشاہ، حاکمِ عدالت، فریاد سننے والا اور قاضی عادل ہوں۔ کسی ایک بہشتی کے لئے ممکن نہیں ہے کہ اگر دوزخیوں میں سے کوئی ایک اُس پر حق رکھتا ہو اور اُس کا مطالبہ کرے اور اُسے ادا کئے بغیر داخلِ بہشت ہو جائے اور اسی طرح کسی ایک دوزخی کے اوپر بھی اگر بہشتیوں میں سے کوئی حق رکھتا ہو اور اس کا مطالبہ کرے، تو اُسے ادا کئے بغیر جہنم بھیج دیا جائے گا، اگرچہ وہ حق ایک تھپڑ ہی کیوں نہ ہو، جو اس کے چہرے پر مارا گیا تھا مگر یہ کہ صاحبِ حق اُس سے راضی ہو جائے۔ عبداللہ ۵۴ ہجری میں انتقال کر گئے۔ ابن اثیر نے اُن کا سال وفات ۷۴ ہجری تحریر کیا ہے (۱)

۱۔ ترجمہ طبقات، ج ۲، ص ۶۰؛ الاستیعاب، ج ۳، ص ۸۶۹؛ اسد الغابہ، ج ۳، ص ۱۱۹؛ الاصابہ، ج ۲، ص ۲۵۸ و ۲۷۸؛ حلیۃ الاولیاء، ج ۲ ص ۵؛ زندگانی پیغمبر اکرمؐ، ج ۲، ص ۱۹۷۔۱۹۵۔۳۹۵؛ تاریخ پیامبر اسلامؐ، ص ۴۵۶؛ پیغمبر و یاران، ج ۴، ص ۱۱۷۔

عبداللہ بن سُہیل

عبداللہ بن سُہیل بن عمرو بن عبد شمس بن عبدود بن نصر عامری کی کنیت ابو سہیل تھی، بنی عامر قریش سے اُن کا تعلق تھا۔

بعثت سے تیرہ سال پہلے مکہ میں پیدا ہوئے۔ حبشہ کی دوسری ہجرت سے قبل اسلام لے آئے اور ان کے ہمراہ حبشہ کی طرف چلے گئے۔ ان کی عمر اسلام قبول کرتے وقت کیا تھی معلوم نہیں ہے لیکن جب جعفر بن ابی طالب کی سرپرستی میں مسلمانوں کے ایک گروہ نے حبشہ ہجرت کی تھی تو اس وقت اُن کی عمر اندازاً بیس سال کی تھی. اس بنا پر وہ مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جوان اصحاب میں شمار ہوتے ہیں۔

وہ اپنے والد کی مخالفت کے باوجود اسلام کے گرویدہ بنے۔ اپنے والد اور اہل مکہ کی اذیت و آزار کی بنا پر، حبشہ ہجرت کی۔ جب مکہ کے قریشیوں کے، اسلام لانے کی خبر سنی تو وہ مکہ آ گیا مگر اُس کے والد نے فوراً اُسے قید کر دیا اور اذیت دی تا کہ اسلام چھوڑ دے اور اپنے بزرگوں کے مسلک پر آ جائے۔ عبداللہ نے اپنے

والد کی سختیوں کی تاب نہ لاتے ہوئے بظاہر اسلام سے علیحدگی اختیار کر لی ، جبکہ اس کا دل، خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت سے بھرا ہوا تھا۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ ہجرت کی اور دوسری ہجری میں واقعہ بدر پیش آیا۔

جب مشرکین، بدر کی جانب چلے، تو عبداللہ کے والد سہیل اپنے بیٹے کے ارتداد سے خوش تھا، اُس کے جسم پر بھی لباس جنگ پہنایا اور اپنے ساتھ لے آیا۔ لیکن عبداللہ نے مناسب موقع ملنے پر مشرکوں کو چھوڑا اور لشکر اسلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب تک پہنچا اور مسلمانوں کے ساتھ مل کر مشرکوں سے جنگ کی۔ پھر مدینہ چلا آیا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شرکت کی اور اسلام کا ایک معروف سیاسی اور فوجی چہرہ قرار پایا۔

بعض محققین نے اس کے بارے میں کہا ہے: عبداللہ بن سہل مرد بزرگ اور خردمند تھے جو کم دیکھنے میں ملتے ہیں ۔ بیعت رضوان میں آپ جانثاروں کی صف میں تھے اور آپؐ کے ہاتھوں پر دوبار بیعت کی. فتح مکہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ساتھ رہے۔

فتح مکہ پر عبداللہ بن سُہیل، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور

اپنے والد کیلئے سفارش کی، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کی شفاعت کو اُن کے والد کے حق میں قبول کرتے ہوئے، اعلان کیا کہ جس کو عبداللہ بن سہل امان دے گا وہ میری امان میں ہے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے دو سال بعد ۱۲ ہجری میں جنگ یمامہ میں ۳۸ سال کی عمر میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایات نقل کی ہیں (۱)

☆☆☆

عبداللہ بن عباس

عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف قرشی، بعثت کے دسویں سال مکہ میں، شعب ابی طالب میں پیدا ہوئے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا عباس کے بیٹے تھے۔

حضرت عباس اُسے خدمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں لائے، آپ ؐ نے دُعا دی۔ اُس نے بچپن اور نوجوانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور گذاردی۔ اس کے باوجود خود بہت کوشش ومحنت کی اور دعائے رسول ؐ سے،

ا۔ الاستیعاب، ج ۳، ص ۹۲۵؛ الاصابہ، ج ۳، ۱۳۳؛ اسد الغابہ، ج ۳، ص ۱۸۰؛ اسماء الصحابۃ الرواۃ، ص ۳۹۹۔

بہت فضائل حاصل کئے علم ودانش میں وہ مقام حاصل کیا کہ ان کو ''حِبر الامّة'' ''دانشمندامت'' کہا گیا اور اُن کے وسیع وعمیق علم کو سمندر سے تشبیہ دی گئی۔

رسول گرامی اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابن عباس کو کئی بار دعا دی اور از جملہ ''اللھمّ فقّهه فی الدین و علّمه تاویل القرآن''

یا اللہ! اسے دین کی بصیرت عطا فرما اور حقیقت قرآن سے اُسے آشنا کردے

''اللھمّ زده علما و فقها''

یا اللہ! اُس کے علم وفقہ میں اضافہ فرما۔

عبداللہ بن عباس، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں: آپؐ نے فرمایا: اے عزیز! جو باتیں تمھیں سکھاتا ہوں اُنہیں یاد کرلیا کرو۔ خدا کو ہمیشہ یاد رکھو تا کہ وہ تمہیں یاد رکھے ، اس کو ایسے سمجھو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے ۔ جب بھی چاہتے ہو کسی سے کچھ طلب کرو ، تو اللہ سے درخواست کرو اگر چاہتے ہو کہ کسی سے مدد لو، تو اللہ سے مدد مانگو۔ یہ جان لو ! اگر تمام مخلوق تمہیں فائدہ پہنچانا چاہے، تب بھی وہی ہوگا، جو خدا چاہے گا ۔ اگر لوگ چاہتے ہیں تمھیں نقصان پہنچائیں تو بھی وہی ہوگا جو اللہ چاہتا ہے (یعنی نفع اور نقصان نہ پہنچے گا مگر یہ جو خدا چاہتا ہو)

خداوند کے ارادے کے آگے قلم خشک ہو جائیں گے اور دفترِ تحریر ختم ہو

جائیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاص توجہ نے ،ابن عباس کو،علم وحکمت کی راہ میں راہنمائی کی اوراُنھوں نے بھی اپنی تمام ہمت وکوشش علمِ دین سیکھنے میں صرف کردی،اس انداز سے کہ نوجوانی میں ہی قرآن حفظ کرلیااور مفسرانِ قرآن میں بزرگ مقام پایا۔

وہ قرآن سے متعلق مختلف علوم جیسے تفسیر اور فقہ وروایت وحدیث شناسی میں ماہر تھے۔

انہوں نے اس بارے میں خود کہا ہے کہ میں نے ۷۰ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استفادہ کیا ہے۔

عبداللہ بن عباس حضرت علی علیہ السلام کے محبوں میں سے تھے. جنگ جمل صفین اورنہروان میں حضرت علی علیہ السلام کے ہم رکاب رہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے انہیں بصرہ کا حاکم منصوب کیا حضرت علی علیہ السلام کے بعد امام حسن اورامام حسین علیہما السلام کے حامی وناصر بنے رہے۔

عبداللہ بن عباس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے،فضائلِ حضرت علی علیہ السلام کے متعلق بہت احادیث نقل کی ہیں۔

عبداللہ بن عباس نے ٦٨ ہجری میں طائف کے مقام پر وفات پائی۔آپ

کی تمام عمر ایک پر جوش اُبلتے چشمے کی مانند تھی۔ جس سے مسلمانوں نے علم دین حاصل کیا(۱)

☆☆☆

۱۔ الاستیعاب، ج۳، ص۹۳۳ ؛ پیغمبرو یاران، ج۴، ص۱۷۲ ؛ الاصابہ، ج۲، ص۳۳۰ ؛ اسد الغابہ، ج۳، ص۱۹۲ ؛ سیر اعلام النبلاء، ج۳، ص۵۱۲؛ رجال حول الرسولؐ، ص۳۷؛ صفۃ الصفوۃ، ج۱، ص۳۱۴

عبداللہ بن عبداللہ بن اُبیّ

عبداللہ بن عبداللہ بن اُبیّ بن سِلول انصاری، مدینہ میں پیدا ہوئے۔اس کے باپ عبداللہ بن اُبی مدینہ کے معروف منافقین میں سے تھے۔

اُس نے قبول اسلام اور پیغمبرا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وابستگی کے ابتدا سے ہی اپنے نام کو، حباب سے عبداللہ میں تبدیل کیا اور رحلت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک آپؐ کی خدمت میں رہے۔تمام غزوات میں شریک ہوئے، جنگ اُحد میں اس کے اگلے دانت ٹوٹ گئے۔لیکن عبداللہ کے زخمی ہونے کے باوجود اُس کے والد کا برتاؤ خاص نہ تھا۔جنگ سے واپسی پر عبداللہ اپنے زخموں کی وجہ سے تمام رات سو نہ سکا۔

اس کے والد نے اس سے کہا کہ تمہارا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ جنگ میں جانا درست نہ تھا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے میرے مشورہ کو چھوڑ کر، بچوں کی باتوں کو قبول کیا۔خدا کی قسم! اس حالت کی میں نے پیش گوئی کر دی تھی۔

عبداللہ نے اپنے والد سے فقط یہ کہا : جو خدا نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے فراہم کیا ہے، بہت بہتر ہے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، عبداللہ سے خاص محبت کرتے تھے اور اُسے اہمیت دیتے تھے۔ ہجرت کے چوتھے سال جب آپ نے غزوہ بدر الوعد کا قصد کیا اور مدینہ سے خارج ہوئے تو عبداللہ کو مدینے کی ذمہ داری سونپ کر گئے۔

بظاہر محسوس ہوتا ہے کہ بیٹے کی وجہ سے، اس کے والد کی حالت کو بھی رعایت دی جاتی تھی اس لئے کہ جب سورہ منافقون نازل ہوا تو حضرت عمر بن خطاب نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ کسی کو حکم دیں کہ ابن اُبی کا سر لے آئے ، جب یہ بات عبداللہ نے سنی تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہؐ! اگر حکم دیں تو میں خود اپنے والد کو قتل کر دوں گا۔ خدا کی قسم! اس سے پہلے کہ آپؐ یہاں سے بلند ہوں، میں خود اُن کا سر لے آؤں گا، جبکہ خزرج کے لوگ جانتے ہیں کہ میں اپنے والد سے نیک برتاؤ کرتا ہوں اور سالوں سے اپنے ہاتھوں سے انہیں کھانا کھلاتا ہوں. یارسول اللہؐ! مجھے خوف ہے کہ اگر کسی اور کو فرمان دیا تو اُس کو دیکھنے کی مجھ میں تاب نہ ہوگی اور ممکن ہے اِسی بنا پر اُسے قتل کر دوں اور آتش دوزخ میں چلا جاؤں ۔ اس کے باوجود مجھے یقین ہے کہ عفو و درگذر اور احسان کرنا آپؐ کا سب سے بہتر ہے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ سے فرمایا: میرا اُسے قتل کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے اور نہ ہی اس کام کے لئے کسی کو حکم دوں گا۔

تمہارے والد جب تک ہمارے درمیان میں، محترم ہی رہے گا اور تم بھی اُن کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

جنگ تبوک سے واپسی تک یہی صورت حال رہی، اسی دوران اُس کے والد کا انتقال ہوگیا ۔عبداللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ اُس کے والد پر نماز پڑھیں، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول کرلیا، اِس کے بعد عبداللہ نے پھر درخواست کی کہ اپنا پیراہن مرحمت فرمائیں تا کہ اُن کو اس میں دفن کریں۔رسول اللہؐ نے اس بات کو بھی قبول کرلیا۔

اس واقعہ کے بعد پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوئی کہ آئندہ منافقین کے جنازوں پر نماز نہ پڑھنا۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلسل عبداللہ کی تعریف وتمجید کی۔ یہ بھی عبداللہ کی عظمت میں ہے کہ اس زمانے تک منافقین کی نماز جنازہ پڑھنا منع نہ تھا۔عبداللہ بن عبداللہ بن اُبی سال ۱۲ہجری میں جنگ یمامہ (مسیلمہ کذاب کے خلاف) میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے (۱)

۱۔ الاستیعاب، ج۳،ص۹۴۰؛اسدالغابہ، ج۳،ص۱۹۷؛الاصابہ، ج۲،ص۳۳۵؛ سیر اعلام النبلاء، ج۱،۳۲۱؛ زندگانی پیامبر اسلام، ج۲،ص۱۹۵،۱۹۷ الطبقات الکبریٰ، ج۳،ص۵۴۰؛ تاریخ پیامبر اسلام، ص۴۷۳؛ ترجمہ مغازی ج۱،ص۲۲۸و۳۱۳؛ پیغمبر و یاران، ج۴،ص۱۹۷؛ تجرید اسماء الصحابہ ج۱،ص۳۲۱

عبداللہ بن مسعود

عبداللہ بن مسعود کا تعلق، ہذیل کے گروہ سے ہے جن کا معاہدہ، بنی زہرہ بن کلاب سے جو قریش کی نسل سے تھے۔ بعثت سے تقریباً بیس سال پہلے مکہ میں پیدا ہوئے ۔کنیت ابو عبدالرحمٰن تھی۔ وہ پستہ قد تھے اور ہمیشہ خود کو سنوار کر رکھتے تھے۔اُن کے بال اُن کے کانوں کے پیچھے تک تھے ، ہمیشہ اپنے کو معطر رکھتے تھے۔ بعثت کے پہلے سال اسلام لے آئے اور سابقون میں شامل ہو گئے۔

اُنہوں نے حبشہ ہجرت کی اور مدینہ بھی ہجرت میں ساتھ تھے مگر لکھنے والوں نے تحریر کیا ہے کہ ان کی دونوں ہجرتیں حبشہ کی جانب تھیں ۔ جوانی کے ایام سے گلہ بانی کرتے تھے۔

امکان یہ ہے کہ مشرکوں کی اذیت سے محفوظ رہنے کے لئے ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابو بکر کے ہمراہ مکہ کے اطراف گھاٹیوں میں گئے تو وہاں عبداللہ بن مسعود سے ملاقات ہوئی اور عبداللہ اس ملاقات سے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن گئے، اور آپؐ سے درخواست کی کہ اُن کو قرآن سکھائیں ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہایت محبت سے کہا : تم علم

دوست انسان ہو،اس کے بعد کلام خدا اُس کو تعلیم دیا۔

عبداللہ کہتے ہیں: میں نے ،۷۰ سورتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یاد کی ہیں اور کوئی بھی اس شرف میں میرے ساتھ شریک نہیں ہے.وہ بزرگترین قرآن شناسوں میں شمار ہوتے ہیں۔یہ وہ عظیم صحابی ہیں جنہوں نے حتی الامکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت پر چلنے کی کوشش کی۔

اوائل اسلام میں انھوں نے جو بھی قرآن مجید سیکھا،خانہ کعبہ کے پاس بلند آواز سے تلاوت کرتے تھے۔اسی بنا پر کئی بار قریش جمع ہو کر اُن کو مارتے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ نے کئی بار اُسے محتاط اور صبر سے رہنے کی نصیحت کی لیکن وہ دین کی محبت اور حب الٰہی سے ایسے سرشار تھے کہ اپنے اطراف کی جہالت وحماقت تحمل کرنا اس کے بس میں نہ تھا.وہ خانہ کعبہ کے پردہ کے پاس کھڑے ہو کر،قرآن پاک کی تلاوت کرتے تو جاہل لوگ مارنے لگ جاتے۔شاید اسی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کی پہلی ہجرت پر اُنھیں بھی حبشہ بھجوادیا تا کہ مشرکوں کے شر سے محفوظ رہ سکے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ ہجرت کی تو وہ مدینہ آ گئے۔ غزوات میں مشرکوں کے خلاف شامل رہے ،کوتاہ قد ہونے کی وجہ سے یہ پسند نہیں کرتے تھے کہ مسلمانوں سے الگ تھلگ رہے ۔غزوہ بدر میں اسی وجہ سے

شرکت کی اجازت نہ ملی لیکن اس کے بعد اجازت مل گئی کہ مشرکوں میں جائے اور اگر کوئی زندہ بچا ہو اور واجب القتل تو اُس کو قتل کر دے۔

عبداللہ مقتولین کے درمیان پہنچے، ان کی نظر ابوجہل پر پڑی وہ ابھی زندہ تھا تو اُس کو قتل کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی خبر دے دی۔

وہ اپنی برضا و رغبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خدمت گذار بن گئے اپنے ہاتھ میں عصا لیتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ محافظ کے طور پر ہوتے۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی جگہ جانے کا ارادہ کرتے تو یہ پہلے وہاں خود جاتے، اس جگہ کا جائزہ لیتے تاکہ کہیں سے آپ کو نقصان نہ پہنچے

جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وارد ہوتے تو آپؐ کے جوتے، اُٹھا لیتے اور تھیلے میں ڈال لیتے اور جب آپ واپسی کا ارادہ کرتے تو آپؐ کے آگے جوتے نکال کر رکھ دیتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذاتی سامان، تولیہ، مسواک، جوتے، بستر و۔۔۔ کی حفاظت کرتے اور ضرورت کے وقت آپ کو دے دیتے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے فرمایا: جب تک تجھے منع نہ کروں تمھیں اجازت ہے کہ میرے دروازے کا پردہ اُٹھا دیا کرو۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ، عبداللہ بن مسعود کے مہذبانہ آداب پر

اطمینان رکھتے تھے۔اس لئے اُن کے بارے فرمایا: اگر مسلمانوں کے مشورہ کے بغیر کسی کو سردار بناؤں تو بے شک وہ شخص عبداللہ بن مسعود ہوں گے۔

مدینہ میں مہاجرت کے ابتدائی دنوں میں ، بنی زہرہ کے بعض خاندان جو عبداللہ بن مسعود کے ساتھ ہم پیمان تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور آپؐ سے درخواست کی کہ عبداللہ کو اُن سے علیحدہ گھر دے دیا جائے کیونکہ وہ اس لائق نہیں کہ اُن کے ہمراہ رہے کیونکہ وہ اُس کی شان کے قائل نہ تھے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن سب کو جواب دیا ''تم کیا سمجھتے ہو کہ خدا نے مجھے کس لئے رسولؐ بنا کر بھیجا ہے؟ خداوند اُن لوگوں کو جو ضعیف کا حق نہ دیں، پاکیزہ لوگوں میں قرار نہیں دیتا'' اس کے بعد بنی زہرہ نے مسجد سے دور ایک جگہ فراہم کر دی جبکہ عبداللہ اوراس کے بھائی عقبہ کو مسجد کے نزدیک ہی رکھا یہ شاید اس لئے کہ عبداللہ کی شان ومنزلت مسلمانوں کو معلوم ہو جائے۔ اسی وجہ سے پہلے اُس کے اور زبیر بن العوام میں اور بعد میں جبل بن معاذ کے ساتھ بھائی چارہ قرار دیا۔

عبداللہ بن مسعود نے دوران خلافت حضرت عثمان بن عفان میں بہت سختیاں جھیل کر،۳۲ ہجری ۶۵ سال کی عمر میں مدینہ میں وفات پا گئے اوراسی جگہ

سپرد خاک کیا گیا(۱)

☆☆☆

عتّاب بن اُسید

عتاب بن اسید بن ابی العیص بن امیہ بن عبد الشمّس قریشی اموی ہیں، بعثت کے پہلے سال مکہ میں پیدا ہوئے۔ وہ ثروت مند خاندان کے فرد تھے کھیتی باڑی باغبانی بالخصوص انگوروں کی کاشت میں مہارت رکھتے تھے. باخبر شخص ہونے کے ساتھ سیاست سے بھی شغف رکھتے تھے. انھوں نے فتح مکہ کے بعد آٹھویں ہجرت میں اسلام قبول کیا۔

عتاب بن اسید کے اسلام لانے کے بارے میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:
فتح مکہ کے دن عتاب، حارث اورابوسفیان خانہ خدا کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلال کو حکم دیا کہ کعبہ کی چھت پر جاکر اذان کہے، جب صدائے اذان بلند ہوئی تو عتاب نے کہا'' خداوند میرے والد سے محبت کرتا تھا کہ دنیا سے بلا لیا تا کہ یہ اذان نہ سن سکے ورنہ وہ برداشت نہ کرسکتا'' حارث نے کہا'' خدا کی قسم!

۱۔ الطبقات الکبری ۱۵۰/۳؛ رجال حول رسول ۲۲۷/۷؛ اسد الغابہ ۲۵۶/۳؛ الاستیعاب ۹۸۷/۳؛ تاریخ پیامبر اسلام ۲۶۹؛ صفۃ الصفوۃ ۳۹۵/۱

اگر مجھے یقین ہو جاتا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حق پر ہیں تو اُن کی پیروی کرتا'' ابوسفیان نے کہا ''میں کچھ بھی نہ کہوں گا، کیونکہ یہ سنگ ریزے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو خبر کر دیں گے'' اسی دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وارد ہوئے اور فرمایا ''جو کچھ تم نے باتیں کی ہیں اُس سے آگاہ ہو چکا ہوں'' اس کے بعد وہ تمام گفتگو جو کر چکے تھے آپؐ نے بیان کر دی۔

عتاب اور حارث نے جب یہ سنا تو بدونِ تامل کہا'' ہم گواہی دیتے ہیں آپؐ اللہ کے رسولؐ ہیں ، کیونکہ ہمارے پاس کوئی اور نہ تھا کہ ہم کہہ سکیں کہ اُس نے آپ کو سب کچھ بتا دیا''

جب غزوہ حنین پیش آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عتاب بن اسید کو مکہ کا گورنر بنایا۔ معاذ بن جبل اور ابوموسی اشعری کو قرآن ومسائل دینی کی تعلیم کے لئے مامور کیا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے باہر جا رہے تھے، تو عتاب سے فرمایا جانتے ہو تمھیں کس بنا پر گورنر بنایا ہے؟ عتاب بن اسید نے کہا ''خدا اور اس کا رسولؐ دانا تر ہے'' آپؐ نے فرمایا ''تمہیں اہل مکہ کا حاکم بنایا ہے، اگر کوئی تجھ سے بہتر ہوتا تو اُس کو بناتا''

آٹھویں ہجری میں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سلم مکہ میں موجود نہ ہونے کی

صورت میں، عتاب نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔

کہا گیا ہے: عتاب بن اسید دینی معاملات میں، لوگوں پر سخت گیر تھے، یہاں تک کہا گیا ہے کہ لوگوں کا ایک گروہ نماز گذار نہ تھا تو اُن کو قتل کرا دیا۔ اُنکی سختیاں یہاں تک پہنچی کہ مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اُسکے بارے میں شکایت کی اور عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! اہل مکہ پر ایک ویران گر اور ستمگر کو حاکم بنا دیا!

عتاب خود اپنے آپ پر بھی سختی کرتا تھا کہا گیا ہے، وہ دن کے ایک یا دو درہم لیتے تھے۔ انھوں نے ایک موقع پر اپنے ایک خطاب میں کہا تھا " اے لوگوں! پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے لئے ایک دن کے دو درہم مقرر کئے تھے اور یہ میرے لئے کافی ہیں۔ اس تنخواہ سے اپنے اور اپنے غلام کے لئے لباس خریدتا ہوں، کل کو کوئی نہ کہے کہ عتاب نے یہ مال کہاں سے حاصل کیا" اس کے بعد کہا "خداوند اُس کے شکم کو سیر نہ کرے جو دو درہم سے سیر نہ ہو سکتا ہو"

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، عتاب کے کشمش کے باغات سے زکوٰۃ لیا کرتے تھے۔

عتاب بن اسید کے وفات کے دن کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض ان کا انتقال، ۱۳ ہجری اور بعض ۲۳ سال ہجری تحریر کرتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ وہ خلافتِ حضرت ابوبکر و عمر کے دوران بھی مکہ کے حاکم تھے۔

واقدی نے عتاب کے فرزند کے حوالے سے نقل کیا ہے: میرے والد، پہلی خلافت کے آخری دَور میں دُنیا سے انتقال کر گئے اور ابوبکر نے گریہ کرتے ہوئے اُنکے جنازہ کی تشیع کی۔ عتاب بن اسید کے ذریعہ سے روایات نقل کی گئی ہیں (۱)

☆☆☆

۱۔ الاستیعاب ۱۰۳۳/۳؛ پیغمبر و یاران ۲۳۱/۴؛ الاصابہ ۴۵۱/۲؛ اسد الغابہ ۳۵۸/۳؛ الطبقات الکبری ۴۲۶/۵؛ المعارف ۲۸۳
ترجمہ مغازی ۷۲۹/۳

عثمان بن ابی العاص

عثمان بن ابی العاص بن بشر بن عبد بن دہماء ثقفی، طائف میں پیدا ہوئے۔ اُنھوں نے نہم ہجری میں اسلام قبول کیا۔ان کے اسلام لانے کے بارے بیان کیا گیا ہے: جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محاصرہ طائف سے واپس ہوئے تو قبیلۂ ثقیف نے اسلام کے روز بروز وسعت پانے کی قبولیت کو دیکھا تو محسوس کیا کہ اپنے نمائندوں کو بھیجا جائے تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مذاکرات کریں۔اُنھوں نے چھ افراد کو چنا جن میں عثمان بن ابی العاص بھی تھے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔

قبیلہ ثقیف کے نمائندوں نے اپنے قیام کے دوران اسلامی قوانین وآداب کا مشاہدہ کیا، جیسے نماز جماعت کا قیام، قرآن مجید کی قرائت کی محفلیں، ہر روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کرتے۔عثمان بن ابی العاص اُن میں سب سے کم عمر جوان تھے لہذا اُنھیں اپنے اسباب ووسائل کی نگہداشت کی ذمہ داری سونپتے، بالآخر خالد بن بن سعید کے وسیلے سے گفتگو کامیاب رہی اور وہ سب

مسلمان ہو گئے۔

واقدی نے لکھا ہے: جب عثمان بن ابی العاص کے ہمراہی گفت وشنید کے بعد واپس آئے اور آرام کرنے لگے تو وہ باہر آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ و سلم کی خدمت میں پہنچا۔ اسلام کے بارے میں دریافت کیا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کے لئے قرآن مجید کی چند آیات کی تلاوت کی، آخر اپنے ہمراہیوں سے پوشیدہ طور پر اجتماعی فیصلے سے قبل، اسلام قبول کرلیا۔ اس کے بعد چند بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوا۔ دین کے مسائل یاد کئے، چند سورے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سیکھ لئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے مخلص پایا اور اُس سے اظہار محبت کیا ۔ اس کے بعد نمائندگان ثقیف نے بھی اسلام قبول کرلیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کو تحریر لکھ کر دی۔ عثمان بن ابی العاص کو جو اُن میں سب سے کم سن جوان تھے اور اسلام و آیات قرآن سیکھنے میں زیادہ ذوق وشوق کا اظہار کیا تھا، اُن سب پر امیر بنایا۔ عثمان بن ابی العاص کے انتصاب پر، بعض نے اعتراض کیا اسی بنا پر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طائف کے لوگوں کو لکھا کہ عثمان بن ابی العاص کی اطاعت کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیّبہ تک، عثمان بن ابی العاص اسی

مقام وعہدہ پر باقی رہے. جناب ابوبکر اور عمر کی خلافت میں کچھ عرصہ اسی منصب پر باقی رہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد کچھ لوگ مرتد ہو گئے طائف کے لوگ بھی یہی ارادہ رکھتے تھے۔ اُنھوں نے عثمان بن العاص سے مشورہ کیا۔

حضرت عثمان نے اُن کو سمجھایا ''تم سب کے بعد اسلام لائے ہو، اب ایسا نہ ہو کہ تم سب سے پہلے مرتد بننے والے کہلاؤ!'' اہل طائف نے اُس کی نصیحت پر عمل کیا اور اپنے ایمان پر ثابت قدم رہے۔

عثمان بن ابی العاص نے سپاہ اسلام سے مل کر ۲۱ ہجری میں مصر فتح کیا۔ اسی جنگ میں مصر کے بادشاہ کی ھلاکت ہوئی۔ جب اس نے طائف پلٹنے کا ارادہ کیا تو طائف کے لوگ اس کے مزید حاکم رہنے پر راضی نہ تھے، اسی بنا پر وہ بصرہ ساکن ہو گئے۔

اُنھوں نے یہاں ایک نہر بنائی جو ''نہر عثمان'' کے نام سے مشہور ہوئی. اُنھوں نے ۲۷ ہجری کو اصطخر کی فتح میں اہم کردار ادا کیا۔ ان سے روایات بھی نقل کی گئی ہیں۔ بالآخر بنا بر احتمال قوی ۵۱ ہجری میں بصرہ میں وفات پائی(۱)

☆☆☆

۱۔ اسد الغابہ ۳۷۲/۲؛ سیر اعلام النبلاء ۳۷۴/۲؛ تاریخ پیامبر اسلام/ ۶۶۷؛ پیمبر و یاران ۲۳۴/۴؛ الاستیعاب ۱۰۳۵/۳؛ المعارف/ ۲۶۷؛ الاصابہ ۴۶۰/۲؛ الطبقات الکبری ۸۰۸/۵

عمر بن امیہ ضمری

عمر بن امیہ بن خویلد بن عبداللہ بن ایاس بن عبد بن ناشرہ، غزوہ بدر و احد میں مشرکوں کی صف میں شامل تھا۔

سال سوم ہجری میں غزوہ احد کے بعد اسلام قبول کیا، ہجرت کے چوتھے سال واقعہ بئر معونہ:

ایسا ہوا کہ نجد کے ایک بزرگ بنام ابو براء عامر بن مالک ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور آپؐ سے درخواست کی کہ اپنے اصحاب کے ایک گروہ کو اہل نجد کے لئے روانہ کریں تا کہ وہاں لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں۔ آپؐ نے فرمایا : اپنے اصحاب کے بارے میں، نجد کے لوگوں سے ڈرتا ہوں! ابو براء نے کہا "میں اُن کی ضمانت دیتا ہوں" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب میں سے ۷۰ رقاریوں اور جوانوں کو اُس کے ہمراہ نجد بھیجا راستے میں اُنکے ساتھ خیانت کی کیونکہ طائفہ بنی سلیم نے ابو براء کے امان نامہ کی پرواہ نہ کی اور اُن پر حملہ کر دیا۔ آپؐ کے اصحاب نے تلواریں سنبھالیں، اپنا

دفاع کیا مگر ایک کے علاوہ سب شہید ہو گئے .عمرو، اونٹوں کو چرانے کے لئے گیا ہوا تھا واپسی پر اُسے اسیر کر لیا گیا۔ جب اُنھوں نے پہچانا کہ قبیلہ مضر سے ہے تو اس کی پیشانی کے بال کاٹ کر آزاد کر دیا! عمرو مدینہ کی جانب چل پڑا اور راستے میں اس کی دو آدمیوں سے ملاقات ہوئی، اس نے اس گمان سے کہ قبیلہ بنی عامر سے ہیں، جنہوں نے پیمان شکنی کی ہے، ہلاک کر دیا۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی اطلاع دی .رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن دونوں کی دیت ادا کی ۔ اس حادثے کے دوران ہی، واقعہ اصحاب رجیع پیش آیا۔

ہجرت کے چوتھے سال قبیلہ عضل وقارہ سے ایک گروہ مدینہ آیا، اظہار اسلام کیا اور کہا: یا رسولؐ اللہ! ہمارے درمیان چند افراد نے اسلام قبول کیا ہے۔ آپؐ اپنے اصحاب میں سے کسی کو ہمارے ساتھ بھیجیں تا کہ ہمیں دین اسلام کی تعلیم دیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب میں سے چھ افراد کو روانہ کیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقرر کردہ افراد رجیع کنویں کے پاس پہنچے تو انھوں نے پیمان شکنی کی تین کو قتل کر دیا اور تین کو قیدی بنا لیا اور فروخت کی خاطر مکہ کی راہ لی! راستے میں ایک نے خود کو آزاد کرا لیا لیکن اس پر اتنے پتھر برسائے کہ ہلاک کر دیا دیگر افراد بنام زید بن دثنہ وحبیب بن عدی کو قریشیوں کے ہاتھ

فروخت کر دیا اور اُن دونوں کو اُنھوں نے بہت ہی بے دردی سے قتل کر دیا حبیب بن عدی کو دار پر لٹکایا اور اُس کے بدن کو نیزوں سے چھلنی کر دیا اور اس کے جسد کو اسی طرح دار پر لٹکائے رکھا!

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع ملی تو آپؐ نے عمرو بن امیہ ضمری کو بھیجا تا کہ حبیب کے پیکر کو دار سے، قریش کے جاسوسوں سے مخفی طور پر اتارے اُس نے اپنے آپ کو بہت کوشش کے بعد چوب دار کے پاس پہنچایا اور جسد کو حاصل کیا۔

جب جاسوسوں کو علم ہوا تو اس کا تعاقب کیا عمرو بن امیہ ضمری اسی اثناء ''یاجج'' نامی گھاٹی تک پہنچ گئے. جب کوئی راہ حل نظر نہ آیا تو حبیب کے جسد کو اس گھاٹی میں چھوڑ دیا۔

وہ خود راوی ہے کہ خدا نے حبیب بن عدی کو اس طرح چھپا دیا پھر اس کے پیکر کا پتا نہ چل سکا ۔عمرو جب مدینہ لوٹ آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ اس کو جبّار بن صخر انصاری کے ساتھ حبیب کا قصاص لینے کی خاطر مکہ روانہ کیا اور حکم دیا کہ ابوسفیان کو قتل کر دیا جائے۔

وہ مکہ وارد ہوئے خانہ کعبہ پہنچے، طواف کیا، پھر حکم کی انجام دہی کے لئے ابوسفیان کے گھر کا راستہ لیا۔ مکہ کے ایک آدمی نے عمرو بن امیہ ضمری کو پہچان لیا

اور شور مچانے لگانے لگا : یہ عمرو بن امیہ ہے اور ضرور کوئی خاص مقصد لے کر آیا ہے، لوگوں نے اُن کا تعاقب کیا، یہ فرار ہوئے اور ایک غار میں جا کر چھپ گئے اس بنا پر حکم پر عمل نہ کر سکے اور مدینہ پلٹ آئے۔ بعض منابع میں ہے کہ یہ دونوں منصوبے ایک ہی سفر کا حصّہ تھے۔

عمرو بن امیہ، حبشیوں کی زبان سے واقف تھا۔ اسی بنا پر چھ ہجری میں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفیر بن کر ایک اہم مشن پر نجاشی کے پاس گئے۔ ان کو تین ذمہ داریاں دے کر بھیجا گیا اسلام کی دعوت، مہاجروں کو حبشہ سے جانے کی اجازت اور اُم حبیبہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عقد انجام دینا تھا۔

عمرو بن امیہ ضمری نے اَن ذمہ داریوں کو اَحسن طریقہ سے نبھایا۔ ابتدا میں شاہ حبشہ نجاشی کو اسلام کی دعوت دی۔ اس نے اپنی اچھی خطابت سے نجاشی کے جذبات کو خوب اُبھارا، دلیل و برہان اور انجیل سے دلائل پیش کئے اور تاریخ انبیاء سے اُنکی مثالوں کا ذکر کیا اور اسلام کے قبول کرنے پر آمادہ کیا، نجاشی کے قبول اسلام سے، بقیہ دو کاموں کی راہ ہموار ہوگئی۔

خود نجاشی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وکالت میں اُم حبیبہ سے عقد کی اجازت طلب کی جو قبول کر لی گئی۔

اس کے بعد نجاشی نے مسلمانوں کو دو بحری جہازوں پر سوار کرایا اور مدینہ

روانہ کیا۔

یہ کارواں فتح خیبر کے زمانے میں مدینہ پہنچ گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے مزید خوشی کا سبب بنا۔

عمرو بن امیہ ضمری، حبشہ سے واپسی کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم رکاب رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوات میں شریک رہے۔ آٹھویں ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ کی آخری ذمہ داری دے کر قبیلہ بنی دیل بھیجا تا کہ اُن کو خدا اور اس کے رسولؐ کی جانب دعوت دیں۔

عمرو بن امیہ کی وفات کا صحیح علم نہ ہوسکا تاریخی شواہد سے معلوم ہوتا ہے، اُن کی وفات معاویہ بن ابی سفیان کے زمانے میں مدینہ میں ہوئی (۱)

☆☆☆

۱۔ سیر اعلام النبلاء ۳/۱۷۹؛ تاریخ پیامبر اسلام/۱۴۴،۳۶۲،۴۸۰؛ ترجمہ طبقات ۲/۱۱۶،۱/۲۵۷؛ پیغمبر و یاران ۵/۳۲ الاستیعاب ۳/۱۱۶۲؛ اسد الغابہ ۴/۸۶؛ الاعلام ۵/۷۳؛ سیرہ النبویۃ، ابن کثیر ۱/۶۰۵ و ۶۰۸؛ زندگانی پیامبر ۲/۴۰۸؛ الطبقات الکبری ۴/۲۴۸؛ الاصابہ ۲/۵۲۴؛ تجرید اسماء الصحابہ ۱/۴۰۰؛ تاریخ گزیدہ/۲۳۴؛ سیرۃ ابن ہشام ۳/۱۹۳

عمرو بن حزم

عمرو بن حزم بن زید بن لوزان بن عمرو بن عبد عوف انصاری خزرجی۔ کنیت ابو اسحاق۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جوان اصحاب میں سے تھے۔

وہ پانچویں یا چھٹی ہجری میں جنگ خندق کے موقع پر، زید بن ثابت کے ہم سن وسال ۱۴ یا ۱۵ سال کے نوجوان تھے۔ اور اس جنگ میں شرکت کرنے کی اجازت حاصل کر لی تھی۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہر محفل میں حاضر رہے۔

دسویں ہجری میں اس کی عمر تقریباً بیس سال کی تھی۔ اسی دوران نجران، یمن کے مسیحی پادری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت کے بارے میں مباحثہ کیا۔ آخر کار اس بارے میں آیت نازل ہوئی. اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنکو دعوت مباہلہ (اللہ کو گواہ کر کے جھوٹے فریق پر لعنت قرار دینا) دی، لیکن نصاریٰ نجران نے مباہلہ سے انکار کر دیا اور جزیہ دینے پر راضی ہوگئے۔ اُن کے یمن جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرو بن حزم کو یمن کا حاکم منصوب کر

دیا۔اورایک تحریرحوالے کی کہ اس کے مطابق عمل کریں۔

بلاذری نے اس کا متن لکھا ہے ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ خدا اوراس کے رسولؐ کی طرف سے دستور ہے'' ''یا ایھاالذین آمنوا اوفوا بالعقود''محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم،عمروبن حزم پرکہ جب یمن پہنچ جاؤ تو اُنکے تمام اُمور کی انجام دہی میں تقویٰ اختیار کرو مال غنیمت میں سے خمس حاصل کرواوروہ املاک جوقابل صدقات ہیں اس کی ادائیگی پرمومنوں کو مامور کرو،جوجانور اور ارض،باران سے آبیاری کی جاتی ہے اورنیم عشر،اس سے جوآبیاری کے بغیر ہو حاصل کیا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد آل محمد علیہم السلام کا طرفدار تھا۔جب معاویہ نے چاہا یزید کی بیعت کی جائے تو اُس نے سختی سے انکار کیا اور کہا''اس کی بیعت سے مجھے دُور ہی رکھو''

محمد بن سیرین نے کہا ہے:جب معاویہ نے یزید کے لئے بیعت لی،تو عمرو بن حزم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک روایت کو یوں نقل کیا ''عمار بن یاسر کوقتل کرنے والا گروہ باغی ہے!معاویہ،تم نے عمار بن یاسر کوقتل کیا ہے،تم اس گروہ میں سے ہو میں ہرگز تمھاری اورتمھارے بیٹے یزید کی بیعت نہیں کروں گا''

بیماری کی حالت میں ۵۱ ہجری میں انتقال ہوا۔ بعض تاریخی منابع میں ذکر کیا گیا ہے ۶۳ ہجری میں واقعہ حرہ میں شہادت ہوئی (۱)

☆☆☆

عیاش بن ابی ربیعہ

عیاش بن ابی ربیع، ابوجہل اور حارث کے مادری بھائی، فرزندان ہاشم ہیں. وہ مکہ میں پیدا ہوئے۔ بعثت کے پہلے ہی سال ایمان سے مشرف ہوئے۔

کہا گیا ہے کہ عیاش بن ابی ربیعہ، ارقم بن ابی الارقم کے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملے اور ایمان لے آئے۔ عیاش کے ایمان لانے پر، مکہ کے دوستوں اور احباب نے لعن وطعن واذیت شروع کردی۔ اس صورت حال میں عیاش نے دوسروں کے ساتھ حبشہ ہجرت کی۔ وہ مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری سالوں میں واپس آئے اور پھر مسلمانوں کے ہمراہ مدینہ کی جانب بھی ہجرت کی۔ وہ حضرت عمر بن خطاب کے ساتھ مدینہ چلے آئے.

اُن کے مادری بھائی یعنی ابوجہل اور حارث اُن کے تعاقب میں مدینہ پہنچ گئے

۱۔ الطبقات الکبری ۱/۲۶۷ و ۶۹/۵؛ اسماء الصحابہ الرواۃ/۲۱۷؛ تہذیب التہذیب ۲۰/۸؛ تقریب التہذیب ۶۸/۲ الاکمال ۵۸۵/۲۱؛ الاستیعاب ۱۱۷/۲/۳؛ اسد الغابہ ۹۸/۴؛ الاصابہ ۵۳۲/۲؛ التاریخ الکبیر ۳۰۵/۶؛ تجرید اسماء الصحابہ ۴۰۴/۱ فتوح البلدان/۱۰۳؛ شذرات الذہب ۵۹/۱؛ الجرح والتعدیل ۲۲۴/۶؛ معجم البلدان ۲۷۰/۵؛ الاعلام ۶/۵ ۷؛ تہذیب الاسماء ۲۶/۲؛ الثقات ۲۶۷/۳؛

خلیفہ عمر کہتے ہیں: جب میں نے اور عیاش بن ابی ربیعہ نے مخفی طریقہ سے مدینہ ہجرت کی، تو ابو جہل بن ہشام وحارث بن ہشام، مدینہ تک پہنچے ، ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں ہی موجود تھے۔

اُن دونوں نے اُس سے کہا: تمھاری ماں نے نذر مانی ہے جب تک تمہیں نہ دیکھ لے، بالوں میں کنگھی نہ کرے گی اور نہ سایہ میں بیٹھے گی۔ عیاش اپنی والدہ کے بارے میں یہ باتیں سن کر بیقرار ہو گئے۔ لیکن میں نے اُنہیں سمجھایا '' یہ تجھے تمھارے دین سے جدا کرنا چاہتے ہیں اور آزار دینے کے علاوہ اُنکا کوئی اور مقصد نہیں ہے اُن سے احتیاط کرو۔ خدا کی قسم ! اگر جوئیں تمھاری والدہ کواذیت دیں گی تو ضرور کنگھا کریں گی اور اگر مکہ کی گرمی نے اُن کو پریشان کیا تو سایہ میں بھی چلی جائیں گی''

عیاش نے کہا'' میں جاتا ہوں تا کہ ماں کی نذر بھی ادا ہو جائے علاوہ ازیں جو میرا مال مکہ میں ہے لے لوں'' پس وہ مکہ اُن کے ساتھ روانہ ہو گئے ابھی راستے ہی میں تھے کہ ابو جہل نے عیاش سے کہا : میرا اُونٹ صحیح نہیں چل رہا ، کیا مجھے اپنے ساتھ سوار نہیں کرو گے؟ اُس نے کہا: کیوں نہیں جب اُس نے اپنے اُونٹ کو بٹھایا، تو وہ اُس پر ٹوٹ پڑے۔ عیاش کے ہاتھ باندھ کر مکہ لے آئے پھر اُس کو اذیت دینا شروع کر دی تا کہ دین اسلام چھوڑ دے۔ تحریر میں ملتا ہے، رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عیاش بن ابی ربیعہ کے لئے دعا کی ''خدایا ! اُسے اور بے بس کمزور مومنین کو گرفتاریوں سے نجات دے''

ابن ہشام نے روایت کی ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں کہا: کون ہے جو عیاش بن ابی ربیعہ اور ہشام بن عاص کو لائے؟ ولید بن ولید مغیرہ نے کہا: اس خدمت کو میں انجام دوں گا۔ پس اُس نے مکہ کی راہ لی اور خفیہ طریقے سے وہاں داخل ہو گیا ۔ سب سے پہلے اُن کے زندان کو جو چھت کے بغیر بنا ہوا تھا ڈھونڈ نکالا۔ رات کے وقت پھلانگ کر زندان میں داخل ہوا، وزنی پتھر کا سہارا لے کر اُس کے بندھنوں کو شمشیر سے کاٹ ڈالا۔

اسی بنا پر اسے ذوالمروی (صاحب طناب) کہتے ہیں۔ اُنھیں اپنے اُونٹ پر سوار کر کے، خود اُس اونٹ کے پیچھے تیز قدموں سے چل پڑا۔

عیاش کون سے سال یا مہینے میں مدینہ پلٹے یہ معلوم نہیں ہو سکا، لیکن بطور یقینی وہ جنگ خندق کے بعد مدینے میں موجود تھے ، اس طرح عیاش بن ابی ربیعہ اسارت سے آزاد ہوا اور دین اسلام کی خدمت کرنے
میں دوبارہ مصروف ہو گئے۔

اُن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بادشاہ یمن کے پاس جانے کی ذمہ داری سونپی۔ عیاش بن ابی ربیعہ نے شاہ یمن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا

پیغام پہنچایا اسلام کی دعوت دی. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام احکامات پر عمل پیرا رہے. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمدہ نمائندگی کی ۔ وہ بہت متاثر ہوا اور ایمان لے آیا۔

عیاش بن ابی ربیعہ نے جنگ موتہ میں اسامہ بن زید کی سرداری پر شدید اعتراض کیا تھا۔ شام کی جنگوں میں شرکت کی تھی۔ بعض اُس کی شہادت کو جنگ یرموک میں جانتے ہیں. جبکہ دیگر حضرات قطعی طور پر اس کا محل وفات، مکہ بتاتے ہیں۔ بہر حال اس کی وفات حضرت ابوبکر کی خلافت کے پہلے سال ہوئی (۱)

☆☆☆

۱۔ الاستیعاب ۳/۱۲۳۰؛ الطبقات الکبری ۴/۱۲۹؛ پیغمبر و یاران ۸/۱۷۱؛ تاریخ پیامبر اسلام، ۱۳۸؛ ترجمہ مغازی ۳/۸۵۵

مصعب بن عمیر

مصعب بن عمیر بن ہشام بن عبد مناف بن عبد الدار بن قصی، بنی عبد الدار کے اصیل خاندانوں میں سے تھے۔ عام الفیل کے چودھویں (۱۴،ویں) سال میں پیدا ہوا۔ اُس کی والدہ خناس، مالک کی بیٹی قریش کی ثروتمند خواتین میں سے تھیں۔

مصعب بن عمیر ایک وجیہ، بلند قامت اور جاذبیت رکھنے والے جوان تھے اور اپنے والدین کے چہیتے فرزند تھے. والدین اُس کے لئے لباس اور خوراک کا خاص خیال رکھتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مصعب کے ایمان لانے سے پہلے اُس کی یوں توصیف کی تھی ''مصعب کے بال زیبا تھے اور مکہ کے جوانوں میں عمدہ ترین لباس پہنتا، عطر سے معطر رہتا اور قیمتی ترین جوتے پہنتا تھا میں نے مکہ میں مصعب کی طرح کا کوئی جوان نہیں دیکھا جس نے اِسقدر ناز و نعم میں زندگی بسر کی ہو!''

بعثت پیامبرؐ پر مکہ کا ثروتمند ترین جوان سال ۴۱ عام الفیل میں، جب کہ وہ چوبیس سال کا تھا، خود ارقم بن ابی الارقم کے گھر حاضر ہوا اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم پر ایمان لے آیا۔ اس کا خاندان یہ خبر سن کر زلزلہ میں آ گیا۔ مصعب پر جسمانی اذیت دینے کے ساتھ اُسے ایک تنگ و تاریک کمرے میں قید کر دیا گیا.

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ اُن کے پیرو کار سخت تکالیف میں جکڑے ہوئے ہیں تو اُن میں سے ایک گروہ کو حبشہ روانہ کر دیا. اُن میں ایک مصعب بن عمیر بھی تھے۔

مصعب نے بلا تامل اپنے خاندان اور رشتہ داروں کو چھوڑا اور ہجرت کرنے والوں میں شامل ہو گئے۔ عامر بن ربیعہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ '' میں مصعب کا دوست تھا اور حبشہ کی دوسری ہجرت میں اُس کا ہمسفر تھا، اُس سے زیادہ کسی کو خوش اخلاق نہیں دیکھا اور نہ ہی اُس سے کوئی ناپسندیدہ عمل دیکھا ''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن اپنے اصحاب کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ مصعب بن عمیر پیوند زدہ لباس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور حاضر ہوا. اصحاب نے مصعب کو جب اس حال میں دیکھا تو اپنے سر جھکا لئے کہ کہیں وہ شرمندہ نہ ہو جائے. اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا آپؐ نے اُس کا جواب دیا اور تعریف کی. پھر آپؐ نے اصحاب سے فرمایا: مصعب وہ ہے جس کے دل کو اللہ نے نورانی کر دیا ہے، میں خود شاہد ہوں کہ اُس نے ایک قمیض دو سو درہم میں خریدی اور زیب تن کی، لیکن آج اللہ

اور اس کے رسولؐ کی محبت میں وہ سب ترک کر دیا ہے کوئی جوان مصعب کی مانند مکہ میں اپنے والدین کے پاس آرام و آسائش سے نہیں رہا ،مگر اب سختی کے دن گذار رہا ہے۔

بعثت کے گیارہویں سال، یثرب کے بارہ افراد عقبہ اول میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عہد کیا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ اپنے ساتھیوں میں سے دانشمند ترین شخص کو ہمارے ساتھ یثرب بھیجیں تا کہ اس سرزمین پر لوگوں کو احکام دین اور قرآن سیکھائے۔

اس وقت مصعب بن عمیر خوش لحن ترین قاریوں میں سے تھے .رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے،اُن کے ہمراہ یثرب بھیج دیا۔

وہ یثرب وارد ہوئے تو اسعد بن زرارہ کے گھر گئے۔وہ اُن کو ساتھ لے کر مختلف قبیلوں کے افراد کے پاس لے گئے اور اُن سب کو دین اسلام اور قرآن کی تعلیم دی۔یثرب کے باسی ایک کے بعد ایک مسلمان ہونے لگے اور اُن کے وسیلے سے دین اسلام انصار کے گھروں میں پہنچ گیا۔

یثرب کے نمائندہ و بزرگ افراد میں سعد بن معاذ ،اسید بن حضیر وغیرہ ایمان لے آئے۔ مصعب نے اپنی تبلیغی ذمہ داری نبھاتے ہوئے،اسی دوران رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خط لکھا کہ مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ کی بنا پر ایک جگہ پر اجتماع کی اجازت کے طالب ہیں تاکہ وہاں گاہے بہ گاہے اہل یثرب جمع ہوتے رہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اجتماع کی اجازت دے دی۔ اب مصعب بن عمیر نے تازہ مسلمانوں کو روز جمعہ، خانۂ سعد بن خثیمہ کے ہاں جمع ہونے کو کہا اور پہلی نماز جمعہ شہر یثرب میں قائم کی۔

مسلمانوں کا یثرب میں یہ پہلا اجتماع تھا۔ سعد بن خثیمہ نے اس نعمت کے شکرانے کے طور پر بھیڑیں ذبح کیں اور اس سے نمازیوں کی خاطر مدارت کی۔

ایک سال بعد مصعب، اوس وخزرج کے ایک گروہ کے ہمراہ، قصد حج کے لئے مکہ وارد ہوئے۔ وہ ان سب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور لے کر آئے اور عقبہ دوم کا عہد قرار دیا۔ اس سفر میں مصعب براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ اپنی فعالیت اور اسلام کی قبولیت عامہ کے بارے میں تفصیلات سے آگاہ کیا۔

مصعب کی والدہ کو مصعب کے مکہ آنے کی اطلاع ملی اور یہ کہ وہ فوری ان سے ملاقات کو حاضر نہیں ہوا تو کسی کو مصعب کے پاس بھیجا اور کہا ” اُس سے کہو تم پر نفرین ہو، تم اس شہر میں آئے جہاں میں مقیم ہوں لیکن تم پہلے مجھ سے ملنے نہیں آئے؟“

مصعب نے جواب دیا: جب تک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہ مل لوں کسی سے ملاقات نہیں کروں گا خواہ ماں ہی کیوں نہ ہو، ماں کا احترام مجھ پر واجب ہے لیکن اللہ اور اُس کے رسولؐ کی اطاعت واجب تر ہے‘‘

جب وہ اپنی والدہ سے ملاقات کے لئے پہنچا تو جیسے ہی اُس کی نگاہ بیٹے پر پڑی تو بولی؛ ابھی تک بچگانہ نظریے پر باقی ہو؟ مصعب نے کہا: میں اسلام کو انسانیت کے لئے، ایک کامل دین جانتا ہوں اور قبول کیا ہے۔ اور سمجھ لیں! یہ دین انسانوں کی سعادت کا ضامن ہے۔ یہ کوئی بچگانہ عقیدہ نہیں ہے‘‘ اس کی ماں نے کہا ’’افسوس! یہ سب حماقت ہے، کبھی حبشہ جاتے ہو تو کبھی یثرب مہاجرت کرتے ہو‘ مصعب نے کہا ’’ یہ سب اپنے عقیدہ کی حفاظت کی خاطر کرتا ہوں‘‘

اس کی ماں نے ایک بار پھر پختہ ارادہ کیا کہ مصعب کو قید کردے ۔ جب مصعب کو علم ہوا تو بڑے یقین اور اطمینان کے لہجے میں کہا : اب مجھے زندان کرنے کی فکر چھوڑیں اور جان لیں جو بھی میرے راستے میں رکاوٹ بنے گا تو اُس کو قتل کردوں گا

اُس کی ماں نے مجبوراً اُسے آزاد چھوڑ دیا۔ جب مصعب نے ایسا دیکھا تو ادب واحترام سے عرض کیا: ماں! میں آپ سے محبت کرتا ہوں اور آپکی سعادت

کا طالب ہوں، درخواست کرتا ہوں اللہ کی وحدانیت اور اس کے بندے، رسول محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی رسالت پر شہادت دیکر مسلمان ہو جائیں تا کہ نجات پائیں لیکن اس کی ماں کا جواب تھا'' آسمان کے ستاروں کی قسم! تمھارے دین کی قبولیت سے خود کو حقیر اور بے قدر نہیں کرنا چاہتی لیکن تمھیں آزاد چھوڑتی ہوں، جہاں چاہو جاؤ، میں تو اپنے آباء کے دین پر رہوں گی''

مصعب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت سے بارہ دن پہلے مکہ کو یثرب کے لئے ترک کیا۔ براء بن عازب کہتے ہیں: سب سے پہلے مہاجروں میں سے جو ہمارے شہر میں آیا وہ مصعب بن عمیر تھے۔ میں نے اُن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق پوچھا، وہ بولے'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب آنے ہی والے ہیں''

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں داخل ہوئے، اہل مدینہ نے قرآن مجید کی وہ سورتیں تلاوت کرنا شروع کر دیں جو مصعب بن عمیر نے یاد کرائیں تھیں بالخصوص سورہ اعلیٰ کو بڑی خوش الحانی سے تلاوت کیا۔

دوسرے سال ہجری میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مامور جہاد کیا اور اسلام اور کفر کے درمیان پہلی جنگ بدر واقع ہوئی۔

مصعب بن عمیر اس جنگ میں شریک تھے اور مسلمانوں کے میمنہ کا پرچم، اُن

کے ہاتھ میں تھا

اگلے سال جنگ احد ہوئی۔اس جنگ میں بھی پرچم اسلام مصعب کے ہاتھوں میں تھا۔ جنگ کے درمیان قریش کے سواروں میں سے ایک قمیئہ لیثی نامی شخص آگے بڑھا اور اُس نے مصعب بن عمیر پر حملہ کر کے اور اس کا دائیں ہاتھ جدا کر دیا یہی وقت تھا جب افواہ پھیلی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کر دیا گیا ہے۔مصعب نے رجز کے بجائے بلند آواز سے اس آیت کی تلاوت شروع کر دی ”**وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل أ فان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم**“ (۱)

محمد بھی گذشتہ رسولوں کی مانند ایک رسول ہیں اگر وہ مر جائیں یا قتل ہو جائیں تو کیا تم واپس لوٹ جاؤ گے؟

مصعب نے پرچم کو بائیں ہاتھ میں تھام کر اپنے بازوؤں کے درمیان محکم پکڑ لیا۔ابن قمیہ نے اُنکا بایاں ہاتھ بھی کاٹ دیا لیکن وہ اسی طرح پرچم کو سینے سے لگا ئے اسی آیت کی تلاوت کرتا رہا۔ ابن قمیہ نے اُس پر نیزے سے حملہ کیا اور اُس کے سینے میں پیوست کر دیا۔مصعب گھوڑے سے گر پڑے۔

بنی عبدالدار کے دو جوان آئے اور اُن کے بے جان جسم کو میدان جنگ سے

۱۔ آل عمران (۳) آیہ۱۴۴

دُور لے گئے۔

جنگ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کے جنازہ پر تشریف لائے اور آیت کی تلاوت کی ''**من المومنین رجال صد قوا ما عاهد وا الله علیه فمنهم من قضی نحبه منهم من ینتظر**''(۱)

مومنین میں سے ایسے لوگ ہیں جو اللہ سے عہد و پیمان کرتے ہیں اور اس پر کار بند رہتے ہیں اُن میں سے ایک گروہ نے اپنے پیمانِ وفا پورا کر دیا اور ایک گروہ منتظر ہے اور اُنھوں نے عہد و پیمان سے منہ نہیں موڑا۔

جب مصعب کا جنازہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آیا تو آنحضرتؐ نے اُس کے گذشتہ واقعات بیان کرنا شروع کر دیئے اور فرمایا ''میں نے خود مکہ میں دیکھا، اس کا چہرہ شاداب رہتا تھا اور بہترین لباس زیب تن کرتا تھا'' اُس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حالت یہ تھی کہ آنسو جاری تھے اور فرما رہے تھے ''اے مصعب! پریشان بال، بے جان، کفن میں لپٹے ہوئے ہو''

جنگ کے دوران عبدالرحمٰن بن عوف، مجاہدین کے لئے کھانے پینے کا سامان لائے لیکن مصعب روزے سے تھا۔ مصعب ہجرت کے تیسرے سال، چالیس سال کی عمر میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

۱۔احزاب (۳۳) آیہ ۲۳

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق اُسے، اُن کے بھائی ابوالروم، عامر بن ربیعہ اور سیوبط کو ایک قبر میں دفن کر دیا۔

خباب بن ارت نے کہا: پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اللہ کی خوشنودی کی خاطر ہم نے ہجرت کی تکالیف کو اپنے لئے پسند کیا اور خدا نے بھی اُس کا اَجر ہمیں فتح وکامرانی کی صورت میں دیا ۔بعض مصعب کی مانند چلے گئے اور اپنی مصیبتوں کا اَجر اِس دنیا میں نہ لیا اور بعض نے فتح وکامرانی اور وسعت رزق اِس دنیا میں حاصل کرلیا۔

یاد رہے جب مصعب جنگ احد میں شہید ہوگئے تو اسکے پیکر کو چھپانے کے لئے چادر نہ تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کے سر اور بدن کو چھپادو۔ مجبوراً ہم نے اُس کے پاؤں کو درخت کے پتّوں سے ڈھانپا'' (۱)

☆☆☆

۱۔ السیرۃ النبویۃ ۱/۵٦۸؛ رجال حول الرسول ۱/۴۱۔۴۳؛ کنز العمال ۱۳/۸۵۲؛ حلیۃ الاولیاء ۱/۱۰۷؛ تاریخ الاسلام ۱/۱۷۰، ۱۵۱، ۱۷۷؛ تاریخ الخمیس ۱/۴۸۰؛ العبر ۱/۲۵، ۲٦؛ المنتظم ۳/۱٦۷؛ المغازی ۱/۳۱۱، ۳۱۳؛ الطبقات الکبری ۳/۱۱٦؛ الاستیعاب ۴/۱۴۷۴؛ اسد الغابہ ۴/۳٦۹؛ صفۃ الصفوۃ ۱/۱۵۲؛ الجرح والتعدیل ۸/۳۰۳؛ المغازی ۱/۲۲۱، ۲۲۵، ۲۳۴؛ نسب قریش ۴/۲۵۴؛ انساب الاشراف ۱/۳۳٦

معاذ بن جبل

معاذ بن جبل بن اوس بن عائذ بن عدی، قبیلہ بنی خزرج سے تھے۔ بعثت سے پانچ سال قبل مدینہ میں پیدا ہوئے۔ سال ۱۳ بعثت، عقبہ دوم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر اسلام قبول کرلیا۔ ان دنوں ۱۸ سال کے تھے۔ قد بلند، بڑی آنکھیں، دندان سفید اور چہرہ جذّاب تھا۔ کعب بن مالک اُنھیں بہت خوش شکل اور عرب کے بہترین جوانوں میں شمار کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی ہجرت کے ابتدائی میں، اس شہر کے جوانوں کا شور و ذوق عروج پر تھا۔ معاذ بن جبل ایسے جوان تھے کہ رات کو مخفی انداز سے عمر بن جموع کے گھر جاتے اور اُس کے بت کو گندگی کے ڈھیر پر پھینک آتے تا کہ اُس کی آنکھیں کھل جائیں اور اسلام قبول کرلے۔ بالآخر ایسا ہی ہوا۔

معاذ بن جبل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بدر و اُحد اور دوسرے غزوات میں شرکت کی۔ غزوہ بدر میں اُن کی عمر ۲۱ سال تھی۔ وہ عرب کے جوانوں میں شجاعت کے علاوہ علمی شہرت بھی رکھتے تھے اور استنباط فقہی میں ماہر تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نامہ لکھنے میں مدد کرتے تھے۔

دوسروں کو قرآن کی تعلیم دیتے تھے۔اس بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کے حق میں فرمایا:

''قرآن کو چار افراد سے حاصل کرو، اُن میں معاذ بن جبل بھی ہیں'' آپؐ نے یہ بھی فرمایا'' حلال اور حرام کے جاننے میں داناترین شخص معاذ بن جبل ہے''

شاید یہی وجہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد جب مکہ سے پلٹنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عتاب بن اسید کو امام جماعت (یا حاکم) اور معاذ بن جبل کو تعلیم قرآن اور سنت اسلامی سیکھانے کے لئے مکہ میں ذمہ داری سونپی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاذ کو جو سب سے اہم ذمہ داری تفویض کی وہ یمن کی حکمرانی تھی.اس لئے جب معاذ بن جبل یمن کی جانب جانے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا : اگر لوگ تمھارے پاس اختلافی مسائل لے کر آئیں تو کس بنیاد پر اُن کو حل کرو گے؟

معاذ نے عرض کیا کتاب خدا سے رجوع کروں گا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر پوچھا: اگر قرآن میں اس کا حل نہ پایا تو کیا کرو گے؟ وہ بولے سنت رسولؐ پر عمل کروں گا.رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر سوال کیا: اگر میری سنت میں نہ ملا تو؟ اس بار عرض کیا: اپنے استنباط پر عمل کروں گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ معاذ بن جبل کے سینے پر رکھا اور

فرمایا: وہ کرنا جو رضا مندی خدا اور اس کے رسولؐ کا باعث ہو، پھر اس کو وداع کہا اور فرمایا'' آئندہ تم میری مسجد اور قبر کو دیکھو گے. معاذ بن جبل یہ سن کر گریہ کرنے لگے، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا اور فرمایا: گریہ نہ کرو، صبر کرو، تم جوان ہو اور تمھارے اعصاب قوی ہونے چاہئیں'' اس کے بعد فرمایا: اے معاذ! ''خدا کی قسم! تجھے محبوب رکھتا ہوں'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو اہل یمن کے لئے خط لکھا تھا اُس میں معاذ کے بارے میں فرمایا:

''میں تمھارے لئے اپنے بہترین افراد میں سے ایک کو بھیج رہا ہوں''

معاذ بن جبل نے سال ۱۸ ہجری میں ۳۸ سال کی عمر میں شام میں، طاعون کے مرض کی وجہ سے وفات پائی(۱)

☆☆☆

۱۔ المعارف/۲۵۴؛ اسد الغابہ ۴/۳۷۶؛ الاصابہ ۳/۴۲۶؛ الطبقات الکبری ۲/۳۴۷؛ تحفۃ الاحباب/۳۶۴؛ تذکرۃ الحفاظ ۱/۱۹؛ ترجمہ طبقات ۱/۲۶۴؛ ترجمہ مغازی ۳/۶۸۰

مہاجر بن قنفذ

مہاجر بن قنفذ بن عمیر بن جدعان بن کعب بن سعد، بنی تمیم قریش سے تھے مکہ میں پیدائش ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ ہجرت کے بعد اسلام لائے اور اس شہر کے لئے روانہ ہوئے لیکن یہ واضح نہیں کہ ہجرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کون سے سال ایمان لائے، قرائن سے معلوم ہوتا ہے جو قبائل مکہ اور مدینہ کے درمیان تھے وہ اسلام نہیں لائے تھے اور ان کی وجہ سے دونوں شہروں کے راستے بے امن تھے۔ بعض نے کہا ہے وہ فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے لیکن یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی اس لئے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرو کو مہاجر خطاب دیا۔

حقیقت یہی ہے کہ مہاجر اسلام لانے کے بعد مدینہ روانہ ہوئے۔ راستے میں مشرکوں نے اسیر بنالیا۔ اُنھوں نے اُسے سخت تکالیف دیں اور پھر آزاد کر دیا مہاجر تھکے اور مجروح بدن کے ساتھ مدینہ پہنچے اور خدمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شرفیاب ہوئے. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کی تعریف میں حاضرین کے روبرو فرمایا ''یہ مرد مہاجر حقیقی ہے'' اس کے بعد اُس کا نام

''عمرو سے مہاجر'' میں تبدیل ہو گیا اور مسلمانوں میں مہاجر کے نام سے مشہور ہو گئے۔

خلافت عثمان کے دوران مہاجر پولیس کا سردار بنایا گیا (چیف) اور اُس کی تنخواہ چار ہزار دینار ماہانہ مقرر کی گئی۔

آخر عمر میں اس نے بصرہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ یہ واضح نہیں ہو سکا کہ کب اس شہر میں سکونت اختیار کی۔ مہاجر نے اسی شہر میں وفات پائی۔

تاریخ وفات کا بھی کوئی علم نہ ہو سکا. اس کے وسیلے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث بیان کی گئی ہیں (۱)

☆☆☆

۱۔ اسماء الصحابۃ الرواۃ ۲۰۴/۴؛ الاستیعاب ۱۴۵۴/۴؛ تہذیب الکمال ۵۷۷/۲۸؛ التاریخ الکبیر ۴۵۲/۵؛ الثقات ۳۸۳/۳؛ تجرید الاسماء ۹۸/۲؛ تقریب التہذیب ۲۷۸/۲؛ تہذیب التہذیب ۳۲۲/۱۰؛ الجرح والتعدیل ۲۵۹/۸؛ تہذیب الاسماء ۱۱۶/۲؛ المعجم الکبیر ۳۲۹/۲۰

واثلۃ بن اسقع

واثلۃ بن اسقع بن عبدالعزّ ی بن عبد یالیل، قبیلہ بنی کنانہ سے تعلق رکھتے ہیں بعثت سے دو سال پہلے پیدا ہوئے۔ اندازاً ۲۲ سال کی عمر میں سال نہم ہجری میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ تبوک کے لئے آمادہ تھے، مدینہ میں آیا نماز فجر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امامت میں ادا کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے بعد عموماً اپنا چہرہ مبارک، نمازیوں کی جانب کرلیا کرتے تھے۔ نماز گذاروں کی احوال پرسی کی، جب آپؐ کی نگاہ مقدس اُس تازہ وارد پر پڑی تو فرمایا ''تم کون ہو اور کس مقصد سے یہاں آئے ہو؟''

واثلہ نے عرض کیا ''واثلہ بن اسقع کنانی ہوں اور آپؐ کی بیعت کی خاطر آیا ہوں''، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوال کیا ''جتنی طاقت وتوانائی تمھیں حاصل ہے اس کے مطابق عمل کر سکتے ہو؟'' اُس نے کہا، کیوں نہیں۔ پس اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت کی۔

واقدی کہتے ہیں: پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت کرنے کے بعد واثلہ اپنے رشتے داروں کے پاس پہنچا اور اپنے والد سے ملنے گئے، اسکے والد

نے پوچھا: کیا مسلمان ہو گئے ہو؟ واثلہ نے کہا: ہاں۔

تو اس کے والد نے کہا: مجھ سے دُور ہو جاؤ، خدا کی قسم! اب تجھ سے ہرگز بات نہیں کروں گا۔ واثلہ اپنے چچا کے پاس پہنچا، اُنھوں نے بھی وہی پوچھا: کیا اسلام قبول کرلیا ہے؟ واثلہ نے مثبت جواب دیا۔ اس کے چچا نے بھی سرزنش کیا اور کہا تم نے، اچھا نہیں کیا کہ ہم پر سبقت کی۔

واثلہ نے جو کچھ اسلام اور مسلمانوں کی زندگی سے سیکھا تھا، اپنے چچا سے بیان کر دیا۔ اس دوران واثلہ کی بہن نے اس کا کلام سن لیا اور سامنے آ کر اُس نے مسلمانوں کے طریقے سے اُسے سلام کیا۔ واثلہ نے پوچھا: بہن تم نے کیونکر اسلام قبول کرلیا؟ اُس نے کہا: تمھاری اور چچا کی گفتگو سن کر۔

واثلہ نے اللہ سے اپنی بہن کے لئے خیر کے حصول کے لئے دعا مانگی اور اُس سے کہا: میرے لئے زادِ راہ اور اسلحہ آمادہ کرے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، جنگ کی تیاری کر رہے تھے۔

جب واثلہ مدینہ پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو روز پہلے تبوک کی جانب چلے گئے ہیں لیکن کچھ گروہ ابھی نہیں گئے تھے۔

واثلہ نے اس فرصت کو غنیمت جانا اور کعب بن عجرہ کے ساتھ عازم تبوک ہو گیا۔

پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے راستے ہی میں خالد بن ولید کو جنگ ''اکیدر کندی'' کی خاطر دومۃ الجندل روانہ کردیا اور کعب بن عجرہ اور واثلہ بن اسقع کو اس سپاہ میں داخل کردیا اس جنگ میں سپاہ خالد فتحیاب ہوئی اور بہت مال غنیمت حاصل کیا۔ واثلہ بن اسقع کے حصّہ میں چھ جوان اونٹ آئے۔

جنگ تبوک کے بعد ایسے معلوم ہوتا ہے کہ واثلہ بن اسقع کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پاس رکھ لیا، اس بنا پر اُنکو اصحاب صفہ میں شمار کیا جاتا ہے واثلہ بن اسقع خود کہتے ہیں: ہم بیس نفر تھے جو صفّہ مسجد نبوی میں زندگی گذارتے تھے اور میں عمر کے لحاظ سے چھوٹا تھا۔ ہم پر فاقے گذرتے تھے اصحابِ صفّہ نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجا تاکہ کوئی چیز مل سکے۔

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا اور اپنی مشکل بیان کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اندرونِ خانہ گئے۔ دودھ کا ایک ظرف اور ایک مقدار میں روٹیاں لے آئے اور فرمایا: اپنے دس ساتھیوں کو آواز دو ۔ جب وہ آگئے تو آپؐ نے فرمایا: اس برتن میں سے لے کر کھالو البتہ برتن میں ہاتھ نہ ڈالنا۔

اُنھوں نے ایسا ہی کیا اور سیر ہو گئے۔ اس کے بعد فرمایا: دوسرے دس افراد کو بھی صدا دو اور اُنھوں نے بھی ایسا ہی کیا اور سیر ہو گئے۔

واثلہ بن اسقع کہتے ہیں'' اُن سب نے کھانا کھایا اور سب سیر ہو گئے اِس

کے باوجود ظرف میں جو کچھ تھا، باقی رہا''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد واثلہ بن اسقع بصرہ چلے گئے اور وہیں سکونت اختیار کرلی مگر پھر دمشق کے مضافات میں بلاط نامی دیہات میں رہنا پسند کیا ۔

شام اور حمص کی جنگوں میں شرکت کی۔اس کے بعد فلسطین بیت المقدس کی جانب ہجرت کی اور بیت جبرون میں ساکن ہوگئے.اس جگہ اسیران کربلا کا گذر دیکھا ۔

وہ دوستان اہل بیت علیہم السلام میں شمار کئے جاتے ہیں جب اُن کی یہ اہانت دیکھی تو برداشت نہ کرسکے اور بے قرار ہوکر پکار اُٹھے ''جو کچھ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے امام حسینؑ آپ کے والد علیؑ والدہ فاطمہؑ اور بھائی حسنؑ کے بارے میں سنا ہے،تم نے بھی یہ سنا ہوا ہے۔اُن کے محبّ ہوتے تو اس طرح کی دشمنی نہ کرتے'' اس کے بعد کہا : میں ام سلمہ کے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں تھا کہ امام حسن علیہ السلام وارد ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کو دائیں زانو پر بٹھایا پھر امام حسین علیہ السلام آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کو بائیں زانو پر بٹھایا اور پیار کیا،تھوڑی دیر بعد حضرت فاطمہ علیہا السلام تشریف لائیں اور وہ اپنے والد کے سامنے بیٹھ

گئیں، چند لحظوں بعد امیر المومنین علی علیہ السلام تشریف لائے، تو اُس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آیہ تطہیر کی تلاوت فرمائی " **انما یرید اللہ عنکم الرجس اهل البیت ویطهّرکم تطهرا** "

واثلہ سے بہت روایات، اہل بیت علیہم السلام کی فضیلت میں نقل کی گئی ہیں.

بالآخر ۹۸ سال کی عمر میں ۸۳ ہجری میں بیت جبرون، شام میں وفات پائی(۱)

☆☆☆

۱۔ الطبقات الکبری۳۰/۵۱؛ الاصابہ۶۲۶/۳؛ اسد الغابہ۷۷/۵؛ صفۃ الصوۃ۲۷۹/۱؛ تہذیب التہذیب۱۰۱/۱۱؛ سیر اعلام النبلاء۳۸۳/۳؛ پیغمبر و یاران۳۱۴/۵؛ تاریخ پیامبر اسلام/۶۵۸و۶۵۹؛ المغازی ترجمہ دکتر مہدوی۳۸۳/۳۔۳۸۴

خواتین صحابیات

اسماء بنت یزید

اسماء بنت یزید بن سکن انصاری اہل مدینہ سے معاذ بن جبل کی پھوپھی زاد تھیں. جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور زور خطابت دکھائی تو اُسے ''خطیبۃ النساء'' کا لقب دیا گیا۔

ایک دفعہ وہ خواتین کی نمائندگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں اور عرض کیا: یا رسولؐ خدا! اللہ نے آپ کو رسالت کے ساتھ مرد و خواتین وغیرہ کی جانب بھیجا ہے اور ہم آپؐ اور آپکے خدا پر ایمان لائی ہیں اور جو مقام و شرف خواتین کے لئے آسمانی کتاب میں آیا ہے، اُس سے آگاہ ہیں اور ایمان رکھتی ہیں لیکن بعض اعمال جو مرد انجام دیتے ہیں اور اہم کاموں سے ثواب حاصل کرتے ہیں، اِس سے ہم محروم ہیں۔

مردوں کیلئے نماز جمعہ و جماعت میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ مریضوں کی عیادت

تشییع جنازہ کے لئے حاضر، حج وعمرہ بجالائیں اوران سب سے اہم راہ خدا میں جہاد کریں اور ہم اس سب سے محروم رہ جاتی ہیں (بعض اوقات)

جب کہ ہم، آپ مردوں کی تسکین کا سامان فراہم کرتی ہیں : آپ لوگوں کی اولاد ہمارے رحم میں پرورش پاتی ہے، پھراُن بچوں کی دیکھ بھال اور تربیت کرتی ہیں۔ جب گھر سے باہر ہوتے ہیں تو مال ومتاع اور آبرو کی حفاظت کرتی ہیں. لباس وغیرہ دھوتے ہیں۔ بچوں کی نگہداشت کرتی ہیں۔

ہم ہر مشکل وسختی میں آپ مردوں کے ساتھ شریک ہیں لیکن وہ اعمال جن میں اجر بہت زیادہ ہے ہمارا اُن میں کوئی حصّہ نہیں؟ کیا ہم خواتین آپ مردوں کے اعمال میں شریک ہیں یا نہیں؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کے بلیغ کلام سے خوش ہوئے اور اصحاب سے کہا: کیا ایسا بلیغ ودلکش کلام دلائل کے ساتھ کسی خاتون سے سنا ہے؟ کتنے عمدہ انداز سے اپنے دین کے بارے میں سوالات کئے ہیں؟''

صحابہ نے عرض کیا ''یا رسولؐ اللہ! ہم نے گمان کیا ہے کہ اس نے جو کچھ کہا ہے وہ قابل غور وفکر ہے''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسماء بنت یزید سے فرمایا : اے اسماء ! میرے کلام کو غور سے سنو اور اُن تک جنہوں نے تجھے نمائندہ بنایا ہے، پہنچادو :

فطری مجبوریوں کی بناپر عورتیں کچھ اعمال کے ثواب حاصل نہیں کرسکتیں، لیکن جو ذمہ داریاں تمھاری ہیں اُنکے ثواب کو کم یا حقیر شمار نہ کرو کیونکہ تمھارے وظائف، اُن تمام اعمال کی برابری کرتے ہیں"

اسماء بنت یزید اس کلام سے بہت خوش ہوئیں، اور خواتین مدینہ کو اس سے آگاہ کیا۔

اسماء نے مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محضر مبارک سے بارہا بار کسب فیض حاصل کیا اور بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے احادیث بھی نقل کیں۔

لوگوں کے اجتماع میں بھی اسلام کو پہنچانے میں اہم کام انجام دیئے۔ فتح مکہ میں لشکر اسلام کے ہمراہ تھیں اور بعد میں جنگ یرموک میں بھی شرکت کی۔

کہا جاتا ہے جب دشمنوں کے حملوں میں اضافہ ہوا تو مجاہدین اسلام کی مدد کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی، خیموں کی میخوں کو اکھاڑ کر دشمنوں پر حملہ آور ہوئیں اور چند دشمنوں کو زمین پر ڈھیر کیا۔ اسماء بنت یزید کی ولادت یا وفات کے بارے میں تاریخ میں کوئی ذکر نہیں ملتا (۱)

۱۔ الاستیعاب ۴/۱۷۸۷؛ الاصابہ ۴/۲۳۴؛ اعلام النساء ۱/۶۶؛ اعلام النساء المومنات ۱۲۰؛ اسماء الصحابۃ الرواۃ ۶۵؛ الثقات ۳/۲۳؛ تہذیب الکمال ۳۵/۱۲۸؛ تہذیب التہذیب ۶/۵۳۰؛ تقریب التہذیب ۲/۵۱۹؛ لسان المیزان ۹/۵۳۵؛ تجرید اسماء الصحابہ ۲/۲۴۵؛ حلیۃ الاولیاء ۲/۶۷؛ ریاحین الشریعہ ۳/۳۴۷؛ زنان قہرمان ۳/۱۱-۱۰۴

اُمّ حبیبہ

رملہ بنت ابی سفیان بن حرب بن امیہ بن عبدالشمّس قرشی اموی ہیں۔کنیت ام حبیبہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ ہیں۔ بعثت سے ۹ یا ۱۰ سال پہلے مکہ میں پیدا ہوئیں۔۱۵ یا ۱۶ سال (۱۹ یا ۲۰ سال) کی عمر میں اسلام قبول کیا جب مسلمانوں پر مشرکوں کی جانب سے آزار واذیت حد سے زیادہ ہوئی تو وہ اپنے شوہر عبداللہ یا عبیداللہ بن جحش کے ہمراہ حبشہ کی دوسری مہاجرت میں حبشہ چلی گئیں۔

کہا جاتا ہے عبیداللہ بن جحش مرد خوش جمال تھا۔ حبشہ کی فتنہ گر خواتین کے چنگل میں پھنس گیا اور دین اسلام سے مسیحی بن گیا، کچھ عرصہ بعد اسی حالت میں دُنیا سے انتقال کر گیا، اس دوران رملہ حاملہ تھیں۔جب اُس کی بیٹی پیدا ہوئی تو اس کا نام حبیبہ رکھا گیا اور خود ام حبیبہ کی کنیت سے شہرت حاصل کی۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عبیداللہ بن جحش کے ارتداد اور مرگ کا علم ہوا، اور ام حبیبہ کی تنہائی اور اُس کی یتیم بیٹی کی اطلاع ملی تو آپؐ نے اُس کے

رنج وغم کودُور کرنے کے لئے ،خودخواستگاری کی اوراپنے ایک قریبی صحابی کو نمائندہ بنا کرحبشہ کے بادشاہ نجاشی کے پاس بھیجا اوراپنے خط میں خواہش ظاہر کی کہ وہ ام حبیبہ سے عقد کرنا چاہتے ہیں اوراس کا مہر چار ہزار چارسو دینار مقرر کرتا ہوں۔

شاہ نجاشی کو جب یہ خط ملا تو اُس نے اپنی خواتین میں سے ایک خاتون کومقرر کیا کہ ام حبیبہ سے اس بارے میں مشورہ کرے۔

ام حبیبہ خوداس داستان کو یوں بیان کرتی ہیں: شاہ نجاشی کی خواتین میں سے ایک خاتون میرے پاس آئی اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم سے عقد کرنا چاہتے ہیں، کیا تمھیں یہ قبول ہے؟ میں نے کہا : یہ تو میری خوش نصیبی ہے اللہ تجھے بھی خوش خبری دے، اسکے بعد اُس نے جب دو بازو بند اور ایک چاندی کی انگوٹھی دی، تو میں بہت خوش ہوئی، اُن کو انگلی اور کلائیوں میں پہنا...اس کے بعد شاہ نجاشی نے مہاجروں کے حضور مراسم عقد انجام دیئے اور ولیمہ دیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ام سلمہ کا مہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیابت میں شاہ نجاشی نے ادا کیا۔ام سلمہ مراسم عقد کے بعد شاہ نجاشی کی بیوی سے ملیں اوراُس سے چاہا کہ مہر یہ کو، اس خوشی میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عقد ہوا ہے، یہ قبول کرلے، اِس لئے کہ اُس کے پاس کچھ اور نہیں کہ پیش کر سکے۔

شاہ نجاشی کی بیوی نے اُسے قبول کرلیا۔ جب ام حبیبہ مدینہ کے سفر کے لئے آمادہ ہوئیں، شاہ نجاشی کی بیوی نے کچھ تحفے اور عطریات اسے پیش کئے اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میرا، سلام پہنچا دینا۔

ام حبیبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نمائندے اور شرجیل بن حسن کے ہمراہ جو شاہ نجاشی کی جانب سے مامور تھا، عازم مدینہ ہوئے۔

اس گھر میں جو ام سلمہ کی رہائش کے لئے لیا گیا تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وارد ہوئے تو اُس نے سب ماجرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیان کیا اور شاہ نجاشی کی بیوی کی نوازشوں کا ذکر کیا گیا اور اُس کا سلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچایا۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے بہت خوش ہوئے اور اُس کے سلام کا جواب دیا اور دُعا دی۔ ام حبیبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجیت میں آپ کے وجود بابرکت کے قرب سے فیض حاصل کرتی رہیں۔

آٹھویں ہجری میں جب قریش نے صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلیف قبیلہ خزاعہ کے مسلمانوں پر حملہ کر دیا اور بعد میں عہد شکنی کی وجہ سے پشیمان وخوف زدہ ہوئے، تو ابوسفیان کو صلح کی خاطر مدینہ بھیجا۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ نے ابوسفیان کو شرف ملاقات بخشنے سے انکار کر دیا اس نے ہر دروازہ کھٹکھٹایا، جب وہ ناامید ہو گیا تو اپنی بیٹی ام حبیبہ کے ہاں پہنچا۔ اُس نے اجازت نہ دی کہ اُس فرش پر بیٹھیں جس پر رسول اللہ صلی اللہ وآلہ وسلم بیٹھتے تھے وہ فرش جمع کیا اور عرض کیا'' بابا! آپ مسلمان نہیں ہیں لہذا اس فرش پر نہیں بیٹھ سکتے'' ابوسفیان اس کلام پر حیرت زدہ رہ گیا اور مدینہ کو نا اُمید، ترک کر دیا۔

مورخین نے ام حبیبہ کا سال وفات ۴۴ ہجری بتایا ہے اس وقت آپ کی عمر ۶۶ سال کی تھی۔ بعض نے ۵۹ ہجری کو سال وفات کہا ہے اور ۸۱ سال عمر لکھی ہے۔

امام زین العابدین علیہ السلام کے قول کے مطابق اُن کا محل دفن، حضرت علی علیہ السلام کے گھر میں ہے۔ امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں '' ہم اپنے جد امیر المومنینؑ کے گھر میں، اُس کی تعمیرات میں مشغول تھے، زمین کو کھودا گیا تو ایک لوح سنگ برآمد ہوا اور اُس پر لکھا ہوا تھا'' ہذا قبر رملہ بنت صخر'' پس اس کو اُسی حالت میں رکھ دیا'' جناب ام حبیبہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث نقل کی گئی ہیں (۱)

۱۔ اسد الغابہ ۵/۴۵۷ و ۵۷۳؛ الاستیعاب ۴/۱۹۲۹ و ۱۸۴۳؛ الاصابہ ۴/۴۳۹ و ۳۰۳؛ الطبقات الکبری ۸/۹۶؛ حیاۃ الصحابہ ۳/۱۴۵ تہذیب الکمال ۳۵/۱۷۵؛ اسماء الصحابہ الرواۃ ۲/۷؛ تہذیب التہذیب ۱۲/۴۱۹؛ اعلام النساء ۱/۴۶۴؛ تجرید اسماء الصحابہ ۲/۲۶۹

اُمّ سلیم

سہلہ بنت ملحان بن خالد انصاری خزرجی ہیں ۔کنیت ام سلیم ہے۔قریشی الاصل ہیں، مکہ میں پیدا ہوئیں۔

انصاری وخزرجی کی اس وجہ سے ہے کہ اُن کی شادی ابوطلحہ انصاری سے ہوئی تھی۔

سہلہ نے اسلام لانے سے پہلے مالک بن نضر سے شادی کی تھی۔ابھی آپ کی عمر ۲۰ یا ۲۳ سال کی ہوگی کہ اپنے بہت سے رشتہ داروں کے ساتھ مسلمان ہو گئیں۔اُنھوں نے چاہا کہ اس کا شوہر بھی مسلمان ہو جائے لیکن اس کے شوہر مالک بن نضر نے اسلام قبول نہ کیا اور وہ اپنی بیوی سے ناراض ہو کر شام چلا گیا. وہ اسی سفر میں دنیا سے انتقال کر گیا۔

ام سلیم نے مدینہ مہاجرت کی۔ جہاں ابوطلحہ انصاری، جو ابھی اسلام نہیں لایا تھا اُس نے شادی کا ارادہ ظاہر کیا، ام سلیم نے مشروط مثبت جواب دیا ۔ابوطلحہ نے اسلام قبول کر لیا اور اُس سے شادی کر لی۔

ام سلیم کا بیٹا انس بن مالک اُس کے پہلے شوہر سے تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ ہجرت کی، تو انصار میں سے جو بھی آپؐ کے پاس آیا ہدیہ وسوغات لے کر آیا۔ ام سلیم اس قابل نہ تھی اس وجہ سے وہ اپنا بیٹا لائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چاہا اُس کو اپنے گھر میں خدمت کیلئے قبول کر لیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول کیا اور اُس کے حق میں دعا کی۔

مسلمانوں سے جنگوں کے آغاز پر ام سلیم بھی دوسری مسلمان خواتین کی مانند، مسلمان مجاہدین کی مدد کو پہنچیں۔

غزوہ بدر میں ام سلیم کے والد اور بھائی مشرکین کی صفوں میں شامل تھے اور قتل ہو گئے لیکن اس کے ایمان میں کوئی تزلزل نہ آیا۔

غزوہ احد میں بھاری مشک اپنی پشت پر اُٹھا کر، مجاہدین کو پانی پلاتی رہیں۔

زخمی مجاہدین کی مرہم پٹی کرتی رہیں اور مجاہدین اسلام کے لئے پوری تندہی سے کھانے پینے کا انتظام کرتیں رہیں۔

جنگ خیبر میں بیس خواتین کے ساتھ مجاہدین اسلام کی مدد کے لئے حاضر رہیں جنگ حنین میں حاملہ ہونے کے باوجود اپنی کمر کے ساتھ خنجر باندھ کر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کرتی رہیں۔ اس کے شوہر ابوطلحہ نے اُس سے

اِس بارے میں استفسار کیا؟ اُس نے جواب دیا: یہ خنجر اس لئے ساتھ رکھا ہے اگر کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ضرر پہنچانے کی کوشش کی تو اِس سے اُس کا شکم پارہ کر دوں گی۔

ابوطلحہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! آپؐ نے سنا، ام سلیم کیا کہہ رہی ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اِس کو اُسی کے پاس رہنے دو'' اسی دوران ایک مشرک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملے کی خاطر آپکے قریب آیا، تو ام سلیم نے خنجر کو آپؐ کے دفاع کی خاطر باہر نکالا اور اُس پر حملہ کیا تو وہ مشرک فرار کر گیا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ام سلیم! خداوند میری حفاظت کرے گا لیکن تم نے بھی کیا خوب عمل کیا۔

وہ خود بیان کرتی ہیں: بیشتر جنگوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کا عہدہ میں نے لے رکھا تھا جیسے کہ غزوہ احد و حنین میں آپؐ کی حفاظت کی خاطر اُس نے خنجر اپنی کمر پر حمائل کر رکھا تھا۔

پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اُس کا احترام کیا کرتے تھے اور اُس کو اپنا رازدار جانتے تھے۔ غزوہ خیبر کی واپسی پر اسیروں کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صفیہ کو اپنے لئے منتخب کیا اور اُس کو ام سلیم کے سپرد کیا تا کہ اُس

کی دیکھ بھال کرے۔

مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ام سلیم کے گھر بھی جاتے رہتے تھے اور دوسروں سے اُس کا احوال بھی پوچھتے تھے. آپؐ سے پوچھا گیا: یارسول اللہ! آپؐ ام سلیم کے گھر کے علاوہ کہیں اور نہیں جاتے؟ آپؐ نے فرمایا "میں ام سلیم کو تسلی وتشفی دینے کی خاطر جاتا ہوں کیونکہ اس کے والد اور بھائی جنگ میں قتل ہوئے ہیں"

اُم سُلَیم ایک صابرہ، مومنہ، عالمہ اور بردبار عورت تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے "صابرہ" کا لقب دیا تھا۔ کہتے ہیں اُس سے ابوطلحہ کا بھی ایک فرزند تھا۔

جب وہ پیدا ہوا تو اُسے اپنے بیٹے انس کے سپرد کر کے کہا "اُسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے جاؤ" جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر اُس لپٹے ہوئے کپڑے پر پڑی تو آپؐ نے انس سے پوچھا، یہ کیا ہے ؟ انس نے عرض کیا "یارسول اللہؐ! یہ میرا بھائی ہے" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کھجور اپنے منہ میں رکھ کر اُس کو چبایا اور نوزاد کے منہ میں ڈالا، نوزاد نے اپنا منہ چلانا شروع کر دیا. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِس پر مسکرائے اور فرمایا "انصار کھجور پسند کرتے ہیں" کچھ عرصہ بعد بچہ شدید بیمار رہا اور موت واقع

ہوگئی۔ اس وقت ابوطلحہ گھر میں موجود نہ تھے۔

ام سلیم نے مردہ بچے کو کپڑے میں لپیٹ کر ایک طرف رکھ دیا۔ ابوطلحہ گھر آئے بچے کے بارے میں سوال کیا، ام سلیم نے جواب دیا خوب ہے، سورہا ہے پھر مسکراتی ہوئی شوہر کے لئے کھانا لائی اور انتظار کیا کہ سیر ہو جائیں۔ اس کے بعد مسکراتے لہجے میں کہا ''ہمارے پاس امانت تھی ، آج اُس کے مالک کے پاس لوٹا دی، کیا آپ اس پر خوش نہیں ہیں؟''

ابوطلحہ نے کہا'' کیوں خوش نہ ہوں امانت ضرور اُس کے مالک کو لوٹا دی جائے''، ام سلیم نے آرام اور بردباری سے کہا: آج خداوند نے ہمارے فرزند کو جو ہمیں امانت کے طور پر دیا تھا، واپس لے لیا!''

ابوطلحہ اپنی بیوی کے صبر واستقامت کو دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا اور کہا'' مجھے تم سے زیادہ صبر واستقامت کا حامل ہونا چاہئے''

اُس کے بعد بچے کو غسل وکفن دے کر دفن کر دیا۔ اگلے دن صبح کے وقت ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچا، اپنی اور اپنی بیوی کی داستان سنائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کے حق میں دعا کی، اور فرمایا :

''الحمد لله الذی جعل فی امتی صابرة بنی اسرائیل''

خدا کی حمد وثناء کہ میری امت میں بھی بنی اسرائیل کی طرح صبرہ خاتون

موجود ہے"ابوطلحہ سے بھی فرمایا"اے ابوطلحہ! تم نے جو تنہائی و غم کی رات گذاری تو اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے"(۱)

☆☆☆

اُمّ عطیہ

نُسَیبہ بنت حارث۔ کنیت ام عطیہ۔ قبیلہ خزرج سے تعلق اور مدینہ میں پیدا ہوئیں۔ اس نے عقبہ دوم میں ۶۲/افراد کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت کی، جب دین اسلام قبول کیا تو اس وقت اُن کی عمر ۲۰ سال کی تھی.

بیعت رضوان کے وقت بھی حاضر تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوبار بیعت کی۔ ام عطیہ احکام شرعیہ اور تعلیماتِ اسلامی سیکھنے میں آگے آگے رہتی تھیں۔ بعض محققین نے کہا ہے: ام عطیہ نے، معدن علم نبوی سے بہت کچھ حاصل کیا اور تعلیم احکام و دفاع دین کے لئے مؤثر قدم اُٹھائے، یہاں تک اپنی علمی صلاحیتوں کی وجہ سے، اس زمانے کی خواتین کو تعلیم اسلام اور قانون الٰہی

۱۔ الطبقات الکبری ۸/۴۲۴؛ الاستیعاب ۴/۱۹۴۰؛ صفۃ الصفوۃ ۲/۳۵؛ اسد الغابہ ۵/۵۹۱؛ حلیۃ الاولیاء ۲/۵۷؛ تہذیب الکمال ۳۵/۳۶۵؛ تہذیب التہذیب ۱۲/۴۷۱؛ تقریب التہذیب ۲/۶۲۲؛ اسماء الصحابۃ الرواۃ ۲/۱۴۲؛ تجرید اسماء الصحابہ ۲/۳۲۳؛ الاصابہ ۴/۴۵۵۔۴۶۱؛ اعلام النساء ۲۰/۳۵۶؛ اعلام النساء المومنات ۱۶۱؛ تنقیح المقال ۳/۷۳؛ ریاحین الشریعہ ۳/۴۰۶؛ ترجمہ مغازی ۱/۱۸۰ و ۲/۵۳۹۔۵۴۰ و ۳/۶۸۹ و ۶۹۰؛ زنان مرد آفرین تاریخ ۸۹

سے آشنا کیا۔

وہ ایک عالمہ، عقلمند عورت تھیں اور میدان جنگ میں ہمیشہ مسلمانوں کے ہمراہ جنگوں میں حاضر رہتی اور مجاہدین اور زخمیوں کی تیمارداری کرتیں۔

وہ خود کہتی ہیں ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سات غزوات میں حصّہ لیا، پانی پہچانا، کھانا پکانا، سامان ووسائل کی حفاظت اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرنا ہمارا کام تھا''

جنگ احد میں حضرت علی علیہ السلام کو بہت زیادہ زخم لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو عورتوں ام سلیم اور ام عطیہ کو مامور کیا ''تا کہ اُن کے زخموں کا علاج اور مداوا کریں''

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: جنگ احد میں امام علی علیہ السلام کے جسم پر ساٹھ زخم لگے جن کے علاج ومعالجہ پر ام سلیم اور ام عطیہ کو مامور کیا گیا تھا۔

ریاحین الشریعہ میں تحریر ہے: پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ام عطیہ کو غسل میت کا طریقہ سکھایا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک عزیزہ زینب کا انتقال ہوا تو آنخضرتؐ نے ام عطیہ کو اس کے غسل دینے پر مامور کیا۔

وہ خود بیان کرتی ہیں ''میں نے جب زینب کو غسل دے دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی اطلاع دی، اُنھوں نے زینب کا کفن میرے حوالے کیا

اور کفن دینے کا طریقہ بھی سمجھایا‘‘

ا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، جناب ام عطیہ کو محترم سمجھتے تھے۔ کبھی کبھار وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنبہ یا بکرا، عطیہ بھیجتی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اُن کو ہدیہ بھیجا کرتے تھے۔

وہ حضرت علی علیہ السلام سے بہت عقیدت وارادت رکھتی تھیں۔

آخر عمر میں ام عطیہ، بصرہ چلی گئیں اور وہیں سکونت اختیار کر لی۔ وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث بیان کیا کرتی تھیں۔ بالآخر اسی جگہ میں ۷۰ قمری ہجری میں دارِ فانی سے رخصت ہوئیں۔

☆☆☆

۱۔ الطبقات الکبری ۴۵۵/۸؛ اسماء الصحابۃ الرواۃ ۹۳/۳؛ سیر اعلام النبلاء ۳۱۸/۲؛ الاستیعاب ۱۹۷۴/۴؛ اسد الغابہ ۶۰۳،۵۵۴/۵ تہذیب الکمال ۳۱۵/۳۵۔ ۳۷۱؛ تہذیب التہذیب ۴۵۵/۱۲؛ الاصابہ ۴۷۶/۴؛ صفۃ الصفوۃ ۳۹/۲؛ ریاحین الشریعہ ۴۱۳/۳؛ اعلام النساء ۱۷۱/۵؛ اعلام النساء المومنات ۶۲۴/؛ اعیان النساء ۶۱۷/؛ زنان قہرمان ۱۸۵/۳؛ زنان مرد آفرین تاریخ ۱۰۴/؛ تنقیح المقال ۷۳/۳ .

امیۃ بنت قیس

امیۃ بنت قیس بن ابی الصلت غفاری، اوائل اسلام کی با اعتقاد جوان خواتین میں سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باوفا صحابیات میں شامل تھیں۔

اُن کے نام میں اختلاف پایا جاتا ہے کیونکہ بعض کتابوں میں اُن کا نام ''امہ یا امیمہ یا آمنہ'' ذکر کیا گیا ہے وہ بنی غفار، قبیلہ قریش سے تھیں۔

امیہ بعثت کے تیسرے سال پیدا ہوئیں۔ چودہ سال کی عمر میں، ہجرت کے چوتھے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اسلام قبول کیا۔

مسلمان ہونے کا واقعہ کچھ یوں ہے؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصحاب کے ساتھ مسجد میں تشریف فرما تھے 'امیۃ' حضرتؐ کے حضور حاضر ہوئی، اپنے آپ کا تعارف کرایا: یارسولؐ اللہ! میں امیۃ بنت قیس بن ابی الصلت ہوں، میری عمر چودہ سال ہے، چاہتی ہوں مسلمان بن جاؤں؟ کیا میرا اسلام لانا درست ہے؟ جبکہ ماں باپ کی اجازت کے بغیر آئی ہوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''بیٹی! تیرا اسلام لانا ٹھیک اور جائز ہے'' پس امیہ نے فوراً اقرار کیا ''اشهد

اَن لا اله الا الله و اَنّک رسوله ''صحابہ نے تکبیر بلند کی اوراس کے اسلام کومبارک قرار دیا شمار۔

سات ہجری میں جب مسلمان خیبر کی جانب روانہ ہوئے توامیہ بنت قیس بن ابی الصلت، بنی غفار کی کچھ خواتین کے ہمراہ ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئی اور محاذ جنگ میں حاضری کی درخواست کی۔

اُس نے مستورات کی نمائندگی کرتے ہوئے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! ہم خواتین چاہتی ہیں آپؐ کے ساتھ خیبر میں حاضر ہوں تاکہ زخمیوں کی مرہم پٹّی کریں اور محاذ جنگ کے عقب میں رہیں؟ زخمیوں کا مداواہ اوراُن کی نگہداشت کریں۔

بعض تاریخی ماخذ میں اس طرح آیا ہے ''یارسولؐ اللہ! کیا آپؐ نے یہ ارادہ کیا ہے کہ ہمیں راہ خدا میں جہاد کرنے کے افتخار سے محروم رکھیں؟ ہمیں اجازت مرحمت فرمائیں کہ آپؐ کے ہمراہ اس جنگ میں شرکت کریں اور زخمیوں کی مرہم پٹّی کریں، کھانا پانی پہنچانے میں مدد کریں''

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ،اس شوق وجذبہ کا مشاہدہ کیا تو اُن کو شرکت کی اجازت دی اور امیہ بنت قیس کو ''برکۃ اللہ'' کے لقب سے یاد کیا اور ساتھ ہی فرمایا: تم سب کو اللہ برکت دے۔

امیہ نے ایام جنگ میں تین اہم ترین ذمہ داریاں نبھائیں :

۱۔مسلمانوں کے ان گروہوں کی راہنمائی کی جو دُور ونزدیک سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کے ساتھ شریکِ جنگ کو آرہے تھے۔

۲۔زخمیوں کی مرہم پٹّی اور اُن کی نگہداشت کرنا۔

۳۔مجاہدین اسلام کے لئے کھانے پینے کا انتظام کرنا۔

امیہ بنت قیس، جنگ کے دوران کا ایک دلچسپ واقعہ بیان کرتی ہیں ''جنگ خیبر میں ۱۷سال کی عمر تھی. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت سے رات کے وقت خیبر کی جانب نکل پڑے۔اُس رات کوئی بھی نہ سویا۔میں اپنے مرکب پر تھکاوٹ کی وجہ سے اُونگھ رہی تھی ۔

اسی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: امیہ! تم جا کر خیمے میں سو جاؤ! صبح ہونے میں دیر نہ تھی اور یہ کہ خیبر کی فتح میں دُشواری پیش آرہی تھی ،سات قلعوں میں سے چھ قلعے فتح کئے جا چکے تھے،اب اصلی قلعہ فتح کے لئے رہ گیا تھا اُس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان کیا'' کل اُس کو پرچم دوں گا کہ اللہ اور اُس کا رسول اُس کو دوست رکھتا ہے،اور وہ بھی اللہ اور اُس کے رسول کو دوست رکھتا ہے اور اُس کے ہاتھوں پر فتح ہوگی''

اُس رات پرچم کے شوق میں کوئی نہیں سویا، یہاں تک صبح ہوگئی اور نماز سے فارغ ہوگئے۔سورج نکل آیا بلکہ کہا جائے تو بجا ہوگا کہ دو سورج طلوع ہوئے۔

ایک آسمان والا اور دوسرا خورشید، ولایت یعنی وجود علی علیہ السلام۔

حضرت علی علیہ السلام اُن دنوں آشوب چشم میں مبتلا تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک کو حضرت علی علیہ السلام کی آنکھوں پر رکھا اور دُعا کی جو فوری مستجاب ہوئی۔ حضرت علی علیہ السلام کو علم ملا، آپؑ جنگ کے لئے آگے بڑھے، یہاں تک کہ خیبر کو فتح کرلیا۔

فتح خیبر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو بلایا اور جنگی غنائم میں سے ہر ایک کو اس کا حصّہ دیا۔ خواتین اس فکر میں تھیں کہ امیہ بنت قیس کو ابھی تک کچھ نہیں دیا گیا ، اُسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیہ کو بلایا اور ایک گراں قیمت، خوبصورت گردن بند آپؐ نے اپنے ہاتھوں سے اُس کی گردن میں پہنایا۔

عرصہ بعد امیہ بنت قیس نے کہا: اس گردن بند کو میں نے اپنے سے کبھی جدا نہیں کیا اور وصیت کردی ہے، جب دُنیا سے رخصت ہو جاؤں تو اِس کو میرے ساتھ دفن کردینا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنے دست مبارک سے میری گردن میں ڈالا ہے (۱)

۱۔ سیرہ ابن ہشام ۳/۳۵۷؛ اسد الغابہ ۴/۴۰۵؛ الاستیعاب ۴/۱۷۹۰؛ تقریب التہذیب ۲/۵۱۹؛ تہذیب التہذیب ۱۲/۴۰۱ تہذیب الکمال ۳۵/۱۳۲؛ الدر المنثور ۷/۶۷؛ الاصابہ ۴/۲۴۲۔۲۶۰؛ اعلام النساء ۱/۹۱؛ اعیان النساء/۴۵؛ ریاحین الشریعہ ۳/۴۵۴؛ بین یدی الرسول الاعظم ۱۴۵

خالدہ بنت اسود

خالدہ بنت اسود بن عبد یغوث بن وہب بن عبد مناف بن زہرۃ قریشی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ماموں کے بیٹے کی بیٹی ہیں۔ اُس نے اپنے باپ کے انتقال کے بعد جوانی میں ہی اسلام قبول کرلیا تھا۔ مدینہ ہجرت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت کرلی لیکن بعض تاریخوں میں لکھا ہے : بیعت پہلے کی تھی، ہجرت کے بعد بیعت کرنے کا مدینہ کا بھی ذکر کیا ہے بہر حال اُن کا، ہجرت کے بعد، رسولؐ کی بیعت کرنا ہر شک وشبہ سے بالا ہے۔

جب خالدہ مدینہ تشریف لائیں تو اُن کی عمر بیس سال سے زیادہ نہ تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمانے سے، بیعت کرنے کے بعد ، زید بن ارقم سے اُن کا عقد ہوا۔

وہ مدینہ آنے کے بعد سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر پہنچی، اُس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں موجود نہ تھے تو حضرت عائشہ نے اُن کی خاطر مدارت کی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر پہنچے

وہ حالت نماز میں تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا : یہ خاتون کون ہے؟ حضرت عائشہ نے کہا، آپ کے اقرباء میں سے آپؐ کی خالہ ہے۔ میری خالہ یہاں کیا کررہی ہے اور یہ کس رشتے سے خالہ ہے؟ حضرت عائشہ نے کہا: ''وہ خالدہ بنت اسود ہے'' یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش ہوئے اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ اور یہ آیت آپؐ کی زبان پر جاری ہوئی '' **سبحان الذی یخرج الحی من ا لمیت**'' بے عیب ہے وہ ذات جو زندہ کو مردے سے نکالتا ہے، اس کے بعد آپؐ نے فرمایا'' کافر باپ کی مومنہ بیٹی'' خالدہ کے والد حالت شرک میں دنیا سے گئے ۔لذا مفسرین کا ایک گروہ اس آیت کو خالدہ کی شان میں بیان کرتا ہے'' خالدہ ایک صالح اور باوقار خاتون تھی اُس کے بارے میں کہا جاتا ہے اُس کا ایمان اس کی پیشانی سے ظاہر ہوتا تھا'' وہ اپنے عصر میں ،ہم عصر خواتین میں عبادت میں بہت مشہور تھیں۔

اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے احادیث نقل کی ہیں(۱)

☆☆☆

۱۔ الاصابہ ۲۷۹/۴؛ اسد الغابہ ۴۲۳/۵؛ الاستیعاب ۱۸۱۶/۴؛ الطبقات الکبری ۲۴۸/۸؛ اعلام النساء ۳۱۵/۱؛ اعیان النساء ۱۱۳/

دُرّۃ بنت ابی لہب

درۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا کی بیٹی ہیں۔ وہ اوائل اسلام کی اہم ترین خواتین میں سے ہیں اور اپنے عصر کے شعراء میں شمار کی جاتی ہیں۔

وہ مکہ میں ایمان لے آئی تھیں اور مدینہ ہجرت کی، بظاہر معلوم ہوتا ہے ''غزوہ بدر کے بعد اسلام لائیں''

کیونکہ ابن اثیر کی روایت کے مطابق، اس کا شوہر حارث بن نوفل جنگ بدر میں سپاہ مشرکین میں شامل تھا اور مسلمانوں کے مقابلہ میں مارا گیا۔ اُس وقت درّۃ کی عمر ۲۳ یا ۲۴ سال کی تھی۔ جب مدینہ ہجرت کی تو رافع بن معلیٰ کے گھر سکونت اختیار کی۔

جب مسلمانوں کو علم ہوا، وہ ابولہب کی بیٹی ہے تو بعض مسلمانوں نے اس کو ناسزا کہنا شروع کر دیا، عمار بن یاسر کہتے ہیں: بنی زریق کی خواتین میں سے ایک نے درّہ کو مخاطب کر کے کہا: تم ابولہب کی بیٹی ہو، جس کے بارے میں اللہ نے کہا ہے ''تبت یدا ابی لھب و تب ''، تم جان لو! ہجرت اور اسلام لانا تمھارے

لئے فائدہ مند نہیں ہے۔

درّہ کو یہ سرزنش اور کنایہ گراں گذرا۔ مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچی اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگ میرا تعارف یہ لڑکی ''حطب النار'' کہہ کر دوسروں سے کراتے ہیں جس سے مجھے ملال ہوتا ہے، اس کے بعد اس زریقی عورت کی داستان سنا دی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہاں بیٹھ جاؤ اور نماز پڑھو۔ آپؐ منبر پر تشریف لے گئے، آپ کا غضب کسی حد تک کم ہو چکا تھا اور حاضرین سے فرمایا ''اے لوگو! میرے رشتے داروں نے تمھارا کیا بگاڑا ہے کہ اُن کو آزار پہنچاتے ہو، وہ میرے نسبی رشتے دار ہیں۔ آگاہ ہو جاؤ! آج سے جو اُن کو آزار واذیت پہنچائے گا گویا ایسے ہے کہ مجھے اذیت دی اور جو مجھے آزار پہنچائے گا گویا اُس نے اللہ کو آزار پہنچایا ہے''

ایک اور روایت میں آیا ہے جس میں آپؐ نے فرمایا ہے ''اے لوگو! زندوں کو مُردوں کی وجہ سے ہدف تنقید وملامت مت قرار دو'' '' خدا کی قسم ! ہماری (رسولوں کی) شفاعت، دُور کے رشتے داروں کو بھی ہوگی، ابولہب کی بیٹی تو نزدیک کی رشتے دار ہے'' اس کے بعد درّۃ کے، دن مدینہ میں آرام وسکون سے گذرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور مشرف ہونے پر علم حاصل کیا، دحیہ

بن خلیفہ کلبی سے شادی کر لی۔

درّہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفادار تھی ، جو بھی آپؐ کے خلاف بات سنتی ، اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گوش گذار کر دیتی۔

درّہ کی شب عروسی پر چند منافقین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف باتیں کیں، جو اُس نے بلا تاخیر اُم سلمہ کو بتا دیں تا کہ وہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتا دیں۔

درّۃ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایات نقل کی ہیں، جو بیشتر نصیحت سے متعلق ہیں مثلاً ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں شرف یاب ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہتریں مرد کون ہے؟ آنخضرتؐ نے فرمایا: جو اپنا محاسبہ خود کرے اور پارسائی اختیار کرے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے ، رشتے داروں کا خیال اور صلہ رحم انجام دیتا رہے'' (۱)

☆☆☆

۱۔ الطبقات الکبری ۸/۵۰؛ الاستیعاب ۴/۱۸۳۵؛ الاصابہ ۴/۲۹۷؛ اسد الغابہ ۵/۴۴۹؛ اعلام النساء ۱/۴۰۹ ؛ اسماء الصحابہ الرواۃ/۲۹۰؛ الثقات ۳/۱۱۸؛ زنان نامدار/۸۵

رُبَیِّع بنت معوذ

ربیع بنت معوذ بن عفراء انصاری مدینہ کے قبیلہ بنی عدی سے تعلق رکھتی تھیں مدینہ ہی میں پیدا ہوئیں۔ ۱۷ یا ۱۸ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا، اس وقت تک شادی نہیں کی تھی۔ اس کے اسلام لانے کی تاریخ کا صحیح علم نہیں، البتہ کہا جاتا ہے بیعت رضوان کے موقع پر پیمان باندھا تھا۔

اوائل اسلام کی جنگوں میں ربیع نے بڑی خدمات انجام دیں. زخمیوں کی مرہم پٹّی اور دیکھ بھال، شہیدوں کو محاذ جنگ سے پیچھے لے کر جانا، حتّی بعض زخمیوں کو مدینہ پہنچانا اور مجاہدین کے لئے کھانے پینے کا انتظام کرنا اُسکے کارناموں میں شمار ہوتا ہے۔

وہ خود اس بارے میں بیان کرتی ہیں: میں نے غزوات میں شرکت کی، زخمیوں کی مرہم پٹّی اور نگہداشت کی۔ محاذ سے شہیدوں کو پیچھے پہنچایا اور بعض زخمیوں کو مدینہ منتقل کیا۔

ربیع کا ایمان خالص تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت شک و

شبہ سے بالاتر تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تابعین (جنھوں نے رسولؐ اللہ کو نہیں دیکھا ہو) میں سے ایک جوان نے، اُن سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ مقدس کی توصیف کریں؟

اُس نے کہا ''اے فرزندم! میں نے آنحضرتؐ کی صورت کو آفتاب کی مانند روشن دیکھا ہے''

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کا احترام کرتے تھے. جب اُس کی شادی ہوئی تو آنحضرتؐ نے اُس کی شادی میں شرکت کی اور اُس کے لئے ہدیہ لے کر آئے، آپؐ نے اُسے سونے کا بازو بند دیا اور فرمایا '' اپنے آپ کو اُس سے زینت دو''

ربیع ہمیشہ اس واقعہ کو یاد کرتیں اور دوسروں کو سناتیں اور افتخار کرتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری شادی میں حاضر ہوئے اور ہمارے گھر کے فرش پر بیٹھے، میں نے انگور اور کھجوروں کا ظرف آپؐ کے حضور رکھا اور آپؐ نے اُس میں سے تناول فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے سونے کا بازو بند دیا اور فرمایا: اس سے آراستہ کرو۔ ربیع نے آنحضرتؐ سے احایث نقل کی ہیں۔

بعض محدثین نے اُن احادیث کی تعداد اکیس (۲۱) بتائی ہے۔ ربیع کا انتقال

۴۵ سال کی عمر میں مدینہ میں ہوا(۱)

☆☆☆

زینب بنت خزیمہ

زینب بنت خزیمہ بن عبداللہ بن عمر بن عبد مناف قریشی، قبیلہ بنی ہلال سے تھی بعثت سے تیرہ سال پہلے مکہ میں پیدا ہوئی۔ ان کی عمر کم مگر گونا گوں واقعات سے بھرپور ہے۔ تیئیس (۲۳) سال کی عمر میں اسلام قبول کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد عبیدہ بن حارث سے شادی کی اور اُنہی کے ساتھ مدینہ ہجرت کی. وہ عبیدہ سے پہلے اُس کے بھائی طفیل بن حارث کی بیوی تھی جب طفیل نے طلاق دے دی تو عبیدہ کے گھر آئیں۔ جنگ بدر میں عبیدہ بن حارث شہید ہو گئے اور زینب کو سخت صدمہ پہنچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن سے شادی کر لی۔

بعض تاریخوں میں ہے کہ اُن کے شوہر عبداللہ بن جحش تھے، جب عبداللہ

۱۔ الطبقات الکبری ۸/۴۴۷؛ الاستیعاب ۴/۱۸۳۷؛ الاصابہ ۴/۳۰۸؛ تہذیب الکمال ۳۵/۱۷۳؛ تہذیب التہذیب ۶/۵۴۱؛ تقریب التہذیب ۲/۵۲۳؛ اعلام النساء ۱/۴۴۲؛ اعیان النساء ۱/۱۴۱؛ اسد الغابہ ۵/۴۵۱؛ صفۃ الصفوۃ ۲/۳۹؛ الثقات ۲/۱۳۲؛ تنقیح المقال ۳/۷۸ .

جنگ احد میں شہید ہو گئے ممکن ہے بدر میں عبیدہ کی شہادت کے بعد عبداللہ سے شادی کر لی ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کی دلجوئی، دکھ درد کے مداوہ اور لوگوں کے طعن و کنایہ سے محفوظ رکھنے کی خاطر اُن سے شادی کر لی تا کہ لوگ اُن کے احترام میں کمی نہ کریں، اور اللہ کے نزدیک اُن کا کیا مقام ہے، لوگوں کو معلوم ہو جائے مگر تقدیر میں لکھا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مشترک زندگی، آٹھ ماہ سے زیادہ نہ چل سکی، ایک بیماری کے اثر سے اس دُنیا سے چل بسیں۔

زینب کی انتقال کے وقت عمر تیس سال تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کی میت پر نماز پڑھی، اور اُس کے تین بھائیوں نے اُس کو قبر میں اُتارا۔

زینب اسلام لانے سے پہلے اور بعد میں بھی مستحق لوگوں کی خدمت کرتی رہتیں تھیں۔ لوگوں کے درمیان ''ام المساکین'' کے لقب سے مشہور تھیں (۱)

☆☆☆

۱۔ المعارف/۳۱۵؛ الاصابہ۴/۳۱۲۔۳۱۵؛ الدر المنثور/۲۳۲؛ سیر اعلام النبلاء۲/۲۱۸؛ اسد الغابہ۵/۴۶۶؛ اعلام النساء ۲/۶۵؛ اعیان النساء/۱۹۲؛ پیغمبر و یاران۳/۱۱۹؛ زنان قہرمان۳/۱۰۱ .

ماخذ

۱۔ آزادمہر، شہباز، زندگانی پیامبر اسلام، انتشار باربد،مشہد، چاپ اول، ۱۳۸۲ش

۲۔آیتی،محمد ابراہیم،تاریخ پیامبر اسلام،تحقیق دکتر ابوالقاسم گرجی،انتشارات دانشگاہ تہران، چاپ پنجم،۱۳۶۹ش

۳۔ ابن اثیر،علی بن محمد،اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ،۵جلد،المکتبۃ الاسلامیہ

۴۔ابن اثیر شیبانی،علی بن محمد،الکامل فی التاریخ،دار صادر بیروت ۱۳۸۵ق

۵۔ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی، الاصابہ فی تمیز الصحابہ،تحقیق قرطبی المالکی ، جلد۴،دار الکتاب العربی، بیروت

۶۔ابن حجر عسقلانی،احمد بن علی،تقریب التہذیب،۲جلد،تحقیق عبدالوہاب عبداللطیف،دارالمعرفہ، بیروت،الطبعۃ الثانیہ،۱۳۹۵ق،۱۹۷۵م.

۷۔ ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی، تہذیب التہذیب، ۱۳جلد،مجلس دائرۃ المعارف النظامیۃ کائنۃ فی الہند،حیدرآباد، دکن،الطبعۃ الاولی، ہند۱۳۲۷ق

۸۔ابن سعد،محمد بن سعید،الطبقات الکبری،دارصادر،بیروت،لبنان

۹۔ابن عماد حنبلی،عبدالحی بن احمد،شذرات المذہب،تحقیق عبدالقادرالارناؤوط محمودالارناؤوط،دارابن کثیر،بیروت،الطبعۃ الاولی،۱۴۰۶ق۔۱۹۸۶م

۱۰۔اصفہانی،احمد بن عبداللہ،حلیّۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء،۱۰جلد،دارالکتب العلمیۃ،بیروت،۱۴۰۹ق

۱۱۔ابن قتیبہ،عبداللہ بن مسلم،المعارف،تحقیق ثروت عکاشۃ الھیئۃ المصریۃ العامۃ الکتاب،الطبعۃ الثانیۃ،القاہرۃ،۱۹۹۲م

۱۲۔اندلسی،یوسف بن عبداللہ،الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب،۴جلد،تحقیق علی محمد البجاوی المکتبۃ نہضۃ المصر،قاہرہ

۱۳۔ابن ہشام،عبدالملک بن ہشام،السیرۃ النبویۃ،تصحیح المصطفی سقاءودیگران داراحیاءالتراث العربی،بیروت،۱۳۵۵ق

۱۴۔بحرالعلوم،محمد،بین یدی الرسول الاعظم،دارالزہراء،الطبعۃ الثانیۃ،بیروت ۱۳۹۹ق

۱۵۔ بخاری،اسماعیل بن ابراہیم، التاریخ الکبیر، دارالکتب العلیۃ، بیروت ۱۴۰۷ق

۱۶۔بستی،محمد بن حبّان،کتاب الثقات،مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ۔الطبعۃ الاولی

حیدرآباد، دکن۔ ہند۱۳۹۳ق

۱۷۔ بلاذری، احمد بن یحییٰ، انساب الاشراف، تحقیق دکتر سہیل زکّار، دکتر ریاضی زرکلی، دارالفکر، الطبعة الاولی، بیروت، ۱۴۱۷ق ۱۹۹۶م

۱۸۔ بلاذری، احمد بن یحییٰ، فتوح البلدان، تحقیق دکتر سہیل زکّار، دارالفکر بیروت الطبعة الاولی۱۴۱۲ق

۱۹۔ بہشتی، احمد، زنان نامدار، سازمان تبلیغات اسلامی، تہران، چاپ اول ۱۳۶۸ش

۲۰۔ تدین، عطاءاللہ، رویدادہای مہم تاریخ اسلام، کتاب خانہ صدر، چاپ دوم، تہران

۲۱۔ ثعالبی، عبدالملک بن محمد، لطائف المعارف، ترجمہ علی اکبر شہابی خراسانی ، مؤسسہ چاپ وانتشارات آستان قدس رضوی، مشہد، ۱۳۶۸ش

۲۲۔ جوزی، عبدالرحمٰن بن علی، المنتظم فی تواریخ الملوک والامم، ۱۰ جلد، تحقیق دکتر سہیل زکّار، دارالفکر۔ الطبعة الاولی، بیروت، ۱۴۱۵ق

۲۳۔ جوزی ، عبدالرحمٰن بن علی، صفة الصفوة، مجلس دائرة المعارف العثمانیہ ، الطبعة الاولی، ہند، ۱۳۵۵ق

۲۴۔ الحاکم النیشابوری ،محمد بن عبداللہ، المستدرک علی الصحیحین، ۴ جلد،

تلخیص ذہبی، دارالمعرفۃ، بیروت

۲۵۔حاجی خلیفہ، مصطفیٰ بن عبداللہ، تقویم التواریخ ،تصحیح میر ہاشم محدث، احیاء کتاب، تہران، چاپ اول ۱۳۷۶ش

۲۶۔حسّون، محمد، اعلام النساء المومنات، انتشارات اسوہ، تہران، چاپ اول ۱۴۱۱ق

۲۷۔حضرمی عبدالرحمٰن بن محمد (ابن خلدون) العبر ، دارالفکر، بیروت، چاپ اول ۱۴۰۸ قمری

۲۸۔حلبی، علی بن برہان الدین، السیرۃ الحلبیہ ، المکتبۃ التجاریۃ الکبری قاہرہ

۲۹۔حکیمی، محمد رضا، اعیان النساء ، مؤسسۃ الوفاء، بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۴۰۳ق

۳۰۔حمیداللہ، محمد، وثائق ،ترجمہ دکتر محمود مہدوی دامغانی، بنیاد، چاپ اول تہران، ۱۳۶۵ش

۳۱۔حمیداللہ، محمد، الوثائق السیاسۃ ، دارلنفائس، بیروت، الطبعۃ الخامسۃ ۱۴۰۵ق ۱۹۸۵م

۳۲۔۔۔۔۔نامہ ہا و پیمانہا سیاسی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ترجمہ محمد حسینی انتشارات سروش، تہران، چاپ اول ۱۳۷۴ش

۳۳۔خالد،محمد خالد، رجال حول الرسول،دارالکتاب العربی، بیروت، چاپ پنجم، ۱۴۰۷ق
۳۴۔دمشقی،حافظ بن کثیر،السیرۃ النبویۃ،تصحیح احمد عبدالشافی،دارالکتب العلمیۃ بیروت
۳۵۔دیار بکری، حسین بن محمد،تاریخ الخمیس،۲ جلد، دارصادر، بیروت،۱۲۸۳ق
۳۶۔ ذہبی،محمد بن احمد،تاریخ الاسلام،تصحیح عمر عبدالسلام تدمُری، دارالکتاب العربی ، بیروت،الطبعۃ الاولی۱۴۱۱ق
۳۷۔ ذہبی،محمد بن احمد،تذکرۃ الحفاظ،۴ جلد،احیاءالتراث العربی، بیروت
۳۸۔ ذہبی،محمد بن احمد، تجرید اسماءالصحابہ،۴ جلد،دارالمعرفۃ، بیروت
۳۹۔ ذہبی،محمد بن احمد،سیر اعلام النبلاء،۲۵ جلد،تحقیق حسین الاسد،مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت،الطبعۃ السابعۃ،۱۴۱۳ق ۱۹۹۳م
۴۰۔ذہبی،محمد بن احمد،الکاشف،عزت علی عبد عطیۃ،موسی محمد الموشی،دارالکتب الحدیثۃ،القاہرہ،الطبعۃ الاولی۱۳۹۲ق ۱۹۷۲م
۴۱۔ رازی،عبدالرحمٰن بن محمد،الجرح والتعدیل،مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ ، ہند،۱۲۷۲
۴۲۔ زرکلی،خیرالدین، الاعلام، ۱۰ جلد،دارالعلم للملائین، بیروت،الطبعۃ

العاشرۃ،۱۹۹۲م
۴۳۔زبیری، مصعب بن عبداللہ،نسب قریش،تصحیح الیفی بروفنیسال، دارالمعارف للطباعۃ والنشر ،پیرس
۴۴۔سبحانی،جعفر،راز بزرگ رسالت،انتشارات کتاب خانہ،مسجد جامع تہران قم،۱۳۵۸ش
۴۵۔شمّری،حبیب طاہر،شہداء اسلام فی عصر الرسالہ،مؤسسہ الطبع والنشر التابعۃ للآستانۃ الرضویۃ المقدسۃ،الطبعۃ الاولی،۱۳۸۲ش
۴۶۔صفدی،خلیل بن ایبک ،الوافی بالوفیات، ۲۸ جلد،تحقیق احمدارناؤوط ، ترکی مصطفیٰ،داراحیاء التراث العربی،الطبعۃ الاولی، بیروت،۱۴۲۰ق
۴۷۔طبرانی، سلیمان بن احمد، المعجم الکبیر،۲۰ جلد،مکتبۃ العلوم والحکم،موصل ، الطبعۃ الثانیۃ۱۴۰۴ق۔۱۹۸۳م
۴۸۔ظاہری اندلسی،علی بن احمد،اسماء الصحابۃ الرواۃ،تصحیح حسن کسروی، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، چاپ اول۱۴۱۲ق
۴۹۔ عالمی دامغانی،محمد علی،پیغمبرو یاران،انتشارات بصیرتی،قم ۱۳۸۶ق
۵۰۔عبدالقادر، ابراہیم، رجال حول الرسول ،دارالقلم العربی،الطبعۃ الاولی ،سوریہ،حلب،۱۴۲۳ق

۵۱۔فوّاز عاملی، زینب، الدر المنثور فی طبقات ربّات الخذور، دارالمعرفۃ بیروت ۱۳۱۲ق

۵۲۔قمی عباس، تحفۃ الاحباب فی نوادر آثار اصحاب، دارالکتب اسلامیہ، تہران ۱۳۶۹

۵۳۔ قیسی دمشقی، محمد بن عبداللہ، توضیح المشتبہ، ۱۰ جلد، تحقیق محمد نعیم عرقوسی، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۴۱۴ق

۵۴۔کاندھلوی، محمد یوسف، حیاۃ الصحابۃ داراحیاے التراث العربی، الطبعۃ الرابعۃ، بیروت، ۱۴۱۵ق

۵۵۔لیثی، خلیفۃ بن خیاط، الطبقات ابن خیاط، تصحیح سہیل زکّار، دارالفکر، بیروت ۱۴۱۴ق

۵۶۔ مامقانی، عبداللہ، تنقیح المقال فی علم الرجال۔ المطبعۃ المرتضویۃ نجف ، ۱۳۵۲ق

۵۷۔مجلسی، محمد باقر، بحارالانوار، مؤسسۃ الوفائبیروت، الطبعۃ الثانیۃ بیروت ۱۴۰۳ق

۵۸۔متقی ہندی، علی بن حسام الدین، کنز العمال ، ۱۶ جلد ،مؤسسۃ الرسالۃ ، بیروت، ۱۹۸۹

۵۹۔ محلاتی، ذبیح اللہ، ریاحین الشریعۃ،۶ جلد، دار الکتب الاسلامیۃ، چاپ اول، تہران ۱۳۶۹ق

۶۰۔محمدی اشتہاردی، محمد، زنان مرد آفرین تاریخ مؤسسۃ انتشارات نبوی، چاپ اول، تہران، ۱۳۷۴ش

۶۱۔ المزی، یوسف، تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، ۳۶ جلد، تصحیح بشار عوّاد، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، الطبعۃ الاولی، ۱۴۰۷ق

۶۲۔مستوفی، حمد اللہ، تاریخ گزیدہ، بہ اہتمام عبد الحسین نوایی، انتشارات امیر کبیر، تہران ۱۳۶۴ش

۶۳۔موسوی بجنوردی ،کاظم، دائرۃ المعارف بزرگ اسلامی، ۸ جلد، مؤسسۃ فرہنگی انتشارات حیّان، تہران، چاپ اول، ۱۳۶۹ش

۶۴۔موسوی کلانتری، دامغانی، سید آقا، زنان قہرمان، انتشارات آئین جعفری تہران، چاپ اول، ۱۳۶۰ش

۶۵۔نمری بصری، عمر بن شبّہ ،تاریخ المدینۃ المنورۃ، دار الفکر، قم، ۱۴۱۰ق۔ ۱۳۶۸ش

۶۶۔نووی محیی الدین بن شرف، تہذیب الاسماء واللغات، ۴ جلد، دار الکتب العلمیۃ ۔بیروت

٦٧۔واقدی، محمد بن عمر، مغازی، تاریخ جنگ ہای پیامبر،۲ جلد، ترجمہ دکتر محمود مہدوی دامغانی، مرکز نشر دانشگاہی ادبیات تہران، چاپ اول ۱۳۶۱ش

٦٨۔ہیثمی ، علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ۱۰ جلد، دار الفکر، بیروت ۱۴۱۲ق۔